رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶   هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ   رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق
قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

لوکل فروخت
فی پرچہ ۱ر

شرح چندہ
سالانہ ... ششماہی ... [illegible]

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء | نمبر ۶

دارالامان کی خبریں

(۱) ۱۳ فروری۔ سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدللہ

(۲) عید الاضحٰی ۱۱ فروری بروز جمعہ عیدگاہ میں اور نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں حضور ایدہ اللہ نے پڑھائی آج مومنین کے لئے دو عیدیں جمع ہو گئیں۔ ذٰلک فضل اللہ

(۳) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب بالالتزام ممدوحہ مخدومہ کی صحت عاجل اور کامل کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

(۴) حضرت قبلہ نواب محمد علیخاں صاحب رئیس و جاگیردار گذشتہ ہفتہ سے چند یوم کیلئے مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔ خدا خیریت سے جلد واپس لائے۔ آمین۔

(۵) ہفتہ زیر اشاعت میں کبھی بارش۔ کبھی سرد ہوا کبھی ابر گاہے بگاہے دھوپ رہی جس سے ”پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن“ والی پیشگوئی کی رسالوں سے متواتر مخالفین سے بھی اپنی تصدیق کرا رہی ہے۔

(۶) درخواستہائے دعا۔ برادرم فتح محمد صاحب شرما کراچی سے احباب کی خدمتمیں یہ دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ خاکسار کے مقدمہ کی پیشی ۲۶؍۲؍۳۸ کو ہو گی۔ تمام ناظرین فاروق خدا کے حضور دعا کریں۔ کہ ارحم الراحمین میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما کر مجھکو اس فتنہ سے باعزت رہائی بخشے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ گر نہیں ہے۔ آمین۔

جملہ احمدی مبایعین سے گذارش

اخبار فاروق کے متعلق جو ارشاد حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے جلسہ سالانہ پر ۲۷؍ دسمبر ۳۷ء کو فرمایا تھا۔ وہ آپنے اگر جلسہ پر تشریف لائے ہوں گے۔ تو سنا ہو گا۔ کہ زوردار تحریک میں حضور نے فرمایا تھا:۔

”فاروق کے متعلق میں نے ایک تجویز کی ہے اور ایڈیٹر صاحب فاروق کو کہا ہے۔ کہ وہ فاروق میں یہ تبدیلی کریں۔ کہ (۱) روزانہ الفضل کے ہفتہ بھر کے پرچوں کے ضروری مضامین اسمیں درج کریں۔ (۲) خطبہ جمعہ (فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) بھی شائع کریں (۳) اس کا سائز بڑا کر دیں (۴) بغیر پیشگی قیمت لئے اخبار جاری نہ کریں (۵) اور بھی بعض ہدایات دی ہیں۔ اس طرح پر اگر فاروق چلائیں۔ تو وہ مفید پرچہ ہو سکتا ہے۔ اور ترقی کر سکتا ہے (۶) میں امید کرتا ہوں۔ کہ جماعتوں کے سکرٹری اپنی ذمہ واری سمجھیں اور ایسی کوشش کریں۔ کہ فاروق کے خریدار بناویں (۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سلسلہ کے اخبارات کی طرف جماعت کی پوری توجہ ہوتی تھی۔ باوجودیکہ اسوقت جماعت کی تعداد بہت کم تھی۔ چند ہزار کی جماعت تھی۔ مگر اخبارات کے متعلق بڑی ہمدردی پائی جاتی تھی (۸) اب جوں جوں جماعت بڑھتی جاتی ہے۔ اخباروں کی طرف توجہ کم ہوتی جاتی ہے (۹) معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری مدنی زندگی ایسی مضبوط نہیں رہی جیسی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں تھی (۱۰) اس وقت ہماری جماعت تین چار لاکھ سے کم نہیں اگر اس تعداد میں حقیقی زندگی ہوتی تو کم از کم بیس ہزار اخبار شائع ہو سکتے (۱۱) ان پڑھ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اخبار نہیں خریدتے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ناخواندہ بھی اخبار خرید کر دوسروں کو پڑھا کر تبلیغ کا ثواب اور مرکز کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے رہتے تھے۔

(۱۲) جو خواندہ طبقہ ہے وہ کہتا ہے۔ کہ ہمیں ”الفضل“ کے خریدنے کی توفیق نہیں۔ تو وہ اب فاروق خرید لیں۔ جس میں الفضل کے اہم مضامین اور خطبہ جمعہ اور سلسلہ کی ضروری اطلاعیں اور خبریں ہفتہ بھر کی شائع ہوا کریں گی۔ (۱۳) ایک طبقہ ہے جو اپنے آپ کو افلاطون سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اخباروں میں مضامین کچھ نہیں ہوتے۔ اس طرح سلسلہ کے اخبارات کی اشاعت دن بدن گھٹتی جاتی ہے۔ جو نہایت افسوسناک امر ہے (۱۴) بعض طاقت رکھتے ہوئے اخبار نہیں خریدتے اور دوسروں سے لیکر اخبار پڑھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مفت خورے ہوتے ہیں۔ یہ نہایت معیوب اور ناپسندیدہ طریق ہے۔ کہ کسی سے اخبار لیکر پڑھ لیا۔ اس سے بھی اخباروں کی اشاعت کم ہوتی ہے (۱۵) جماعت میں ایسے لوگ کافی ہیں۔ جو سلسلہ کے اخبارات پر تیس روپیہ سالانہ خرچ کر سکتے اور سب اخبار منگا سکتے ہیں۔ مگر وہ توجہ نہیں کرتے (۱۶) یہ مت خیال کرو۔ کہ سلسلہ کے اخبارات کسی منافع پر چل رہے ہیں۔ یہ سب نقصان میں ہیں۔ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے اخبارات میں اشتہارات اس کثرت سے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ان کی اجرت سے ہی اپنا خرچ نکال لیتے ہیں۔ اور اخبار کی فروخت منافع میں رہتی ہے۔ ہمارے اخبارات کو اشتہارات بھی نہیں ملتے (۱۷) سلسلہ کے اخبار خرید کر تم ان پر احسان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا تم پر احسان ہے۔ کہ ان اخبارات سے تمہاری نسلوں کو سلسلہ سے تعلق رہے۔ جس قوم میں سلسلہ کے اخبار پہنچتے رہیں وہ قوم زندہ رہتی ہے (۱۸) اخبارات قومی زندگی میں دور رہنے والے افراد کو ملا دیتے ہیں (۱۹) یہ مت خیال کرو۔ کہ میں اخباروں کی امداد کا اعلان کرتا ہوں۔ میں تو تمہاری نسلوں کی امداد کیلئے اعلان کر رہا ہوں (۲۰) میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس جلسہ سے جانے سے پہلے پہلے دوست ایسا قدم اٹھائیں گے۔ کہ وہ کوئی بہتر صورت اخبارات کے متعلق سوچیں گے۔ کہ انکے سلسلہ کے اخبارات کی کیا حالت ہو رہی ہے۔“

اخویم منشی محمد الدین صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ اپنے فرزند شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل مبلغ مشرقی افریقہ جو بعارضہ بخار و کھانسی مبتلا ہیں کی صحت کے لئے اور مکرمی غلام حسین صاحب انسپکٹر اشتمالی اراضی ہونیکے سے ملازمت ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

مجلس مشاورت کیلئے کس قسم کے نمائندے منتخب ہونے چاہئیں

پرائیویٹ سکرٹری صاحب ۱۹۳۸ء کی مجلس مشاورت کے لئے جو ۱۵-۱۶-۱۷ اپریل سنہ ۳۸ء کو منعقد ہوگی نمائندوں کے انتخاب کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی حسب ذیل ہدایات تمام احمدی جماعتوں کی اطلاع کے لئے شائع کرتے ہیں۔ تاکہ اپنی اپنی جماعت کی طرف سے نمائندے منتخب کرتے وقت ان ہدایات کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری کوشش سے ایسے نمائندے منتخب کریں۔ جو واقعی نمائندے کہلا سکیں یسکرٹری صاحب لکھتے ہیں کہ

۱۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ فرماتے ہیں۔ احمدی جماعتوں کو ایسے لوگوں کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو واقعہ میں نمائندے کہلا سکیں۔ نمائندے منتخب کرنے میں جماعتیں بہت احتیاط سے کام لیا کریں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ بعض جماعتوں میں سے ایک ایسے شخص کو نمائندہ منتخب کرکے بھیج دیا جاتا ہے جس کی آواز جماعت میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ اس کے متعلق محض یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ اس وقت فارغ کون ہے۔ پھر خواہ روزانہ مشورہ میں کبھی اس سے مشورہ نہ لیا جاتا ہو۔ اور اسکی رائے کو کچھ وقعت نہ دی جاتی ہو۔ محض اس لئے کہ ہمیں اور کام ہیں۔ اسے مجلس مشاورت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ لبا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک جماعت کا امیر تو نہیں آتا اور کسی دوسرے کو بھیج دیتا ہے۔ ایسے لوگ نہیں جانتے۔ کہ اس طرح نہ صرف جماعتوں کے مشوروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے جو نظام مقرر کیا ہے۔ اس کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ جو سلسلہ کے مقام کا ادب اور احترام نہیں سمجھتے۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ کسی کو اس مجلس میں نمائندہ بنایا جاتا ہے۔ جو تمام دنیا کے حالات ڈھالنے والی ہے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کا انہیں عزت دینا ہے۔ اور اتنی بڑی عزت دینا ہے۔ کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ہو۔ تو وہ اس مجلس کی ممبری جس نے آئندہ دنیا کو ڈھالنا ہے۔ بہت بڑی عزت سمجھیگا۔ پس احمدی جماعتوں کو نمائندگان کے انتخاب میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اور بہترین آدمی کو منتخب کرکے بھیجنا چاہیئے۔

ہمارے مشورے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ دیکھو ان نمائندوں پر یہی ذمہ واری کتنی بڑی ہے۔ کہ آئندہ جب خلافت کے انتخاب کا سوال درپیش ہوگا۔ تو مجلس شوریٰ کے ممبروں سے ہی اس کے متعلق رائے لی جائیگی یہ کتنا اہم اور نازک سوال ہے۔ پھر کیوں با اثر لوگوں کو نمائندہ منتخب نہیں کیا جاتا۔ اگر خدا تعالیٰ کی حفاظت نہ ہو۔ تو کتنے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ ایک شخص جو خود واقف نہ ہوگا کسی شخص کی لسانی یا ظاہری حالت کو دیکھکر کہہ سکتا ہے۔ کہ یہی خلیفہ ہو۔ حالانکہ خلافت کے لئے جتنے اوصاف کی ضرورت ہے۔ وہ اس قدر مختلف اور پیچ در پیچ ہیں۔ کہ اگر اس بارہ میں ذرا بھی غفلت سے کام لیا جائے۔ تو جماعت کی تباہی آسکتی ہے۔

(۲) دوسرا فیصلہ جو اس سلسلہ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے مجلس مشاورت سنہ ۱۹۲۷ء کے موقعہ پر فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ احمدیوں میں سے باوجود مرکزی دفتر یا مقامی کارکنان کے سمجھانے کے ڈاڑھی نہ رکھیں ان کو مجلس مشاورت کا نمائندہ نہ بنایا جائے

۳۔ جن جماعتوں کے ایسے افراد جن پر چندہ عاید ہو سکتا ہو۔ اکیس یا اس سے زائد ہوں۔ وہاں سے نمائندہ صرف ایسا شخص ہی مقرر کیا جائے۔ جو باشرح اور باقاعدہ چندہ دینے والا ہو۔ اور اس کے ذمے کوئی بقایا نہ ہو۔

شہری جماعتوں کا بقایا دار وہ شخص سمجھا جائیگا۔ جس کے ذمے تین ماہ سے زاید چندہ واجب الادا ہو۔ اور دیہاتی جماعتوں کا بقایا دار جس کے ذمہ ایک سال سے زائد کا چندہ واجب الادا ہو۔ بجز اس کے کہ اسکے بقایا کے متعلق نظارت بیت المال سے تحریری معافی یا مہلت حاصل کرلی ہو۔ (۴) کسی طالب علم کو کوئی جماعت اپنا نمائندہ منتخب نہیں کرسکتی۔ (۵) امراء جماعتہائے احمدیہ بلا انتخاب بطور نمائندہ مجلس مشاورت میں شامل ہوسکتے ہیں۔

قابل توجہ صحابہ و تابعین مسیح موعود علیہ السلام

ناظر صاحب تالیف و تصنیف تمام صحابہ مسیح موعود علیہ السلام و تابعین کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے اس وقت حضور علیہ السلام کے حالات کلمات اور واقعات جمع کئے جارہے ہیں۔ یہ کام نہایت ہی اہم اور مفید و بابرکت ہے۔ صحابہ کرام کو اسکی جانب فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو تابعین ہیں۔ یعنی انہوں نے حضور علیہ السلام کو خود تو نہیں دیکھا۔ مگر صحابہ سے ملے ہیں۔ یا ان کی اولاد ہیں۔ اور ان سے انہوں نے حضور علیہ السلام کی روایات اور کلمات سنے ہیں۔ تو وہ بہت جلد بڑی احتیاط کے ساتھ انہیں قلمبند کرکے نظارت ہذا میں ارسال کردیں۔ ایسا ہی موجودہ صحابہ سے حالات قلمبند کرکے روانہ کریں۔ یہ صورت بھی ان کے لئے حصول ثواب کا موجب ہوگی انشاء اللہ۔

مطبوعہ فارم

نظارت تالیف و تصنیف کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام سے حضور علیہ السلام کی روایات حالات اور کلمات جمع کرنے کے لئے فارم طبع کروائے گئے ہیں۔ جس جس جماعت میں جسقدر صحابہ کرام ہوں وہ ان کی تعداد کے مطابق یہ فارم دفتر ہذا سے منگوا لیں۔ اور ان فارموں کو پُر کرکے دفتر میں ارسال کردیں۔ ایک فارم پر ایک ہی صحابی کا نام درج کیا جائے فارم کا نقشہ حسب ذیل ہے :-

نمبر شمار - نام صحابی - نام والد - پتہ سابق وحال سنہ بیعت - سنہ زیارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام - خاص حالات - کیفیت۔

احمدی گریجوایٹ

دوسرا اعلان ناظر صاحب تالیف و تصنیف کی طرف سے جماعت احمدیہ کے گریجوایٹ نوجوانوں کے متعلق حسب ذیل ہے کہ :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ عالیہ کی دیگر کتب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کئے جانے کے متعلق یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ جماعت کے تمام ایسے احباب کی ایک فہرست بنائی جائے۔ جو بی اے یا ایم اے ہوں یا اور کوئی ایسی ڈگری رکھنے والے ہوں۔ تاکہ وقتاً فوقتاً ان سے ترجمہ کا کام کروایا جاسکے۔ پس اس تجویز کے مطابق ایسے تمام احباب اپنے نام اور مکمل پتہ سے نظارت ہذا کو بہت جلد مطلع فرماویں۔

ایک مرحوم احمدی کے پسماندگان کا پتہ

ناظر صاحب امور عامہ کی طرف سے یہ ضروری اعلان ہوا ہے۔ کہ ماسٹر محمد شفیع صاحب مرحوم جو سنہ ۱۹۳۴ء میں نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کے بچوں کو پڑھانے پر متعین تھے۔ اور جو جموں کی طرف کے رہنے والے تھے۔ ان کے اگر کسی پسماندگان کا کسی دوست کو علم ہو۔ تو جلد نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔ (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

کارخانہ روئی کے حصوں کی فروخت

سکرٹری صاحب احمد آباد سنڈیکیٹ حسب ذیل اعلان کرتے ہیں۔ کہ :-

سابقہ تجربہ کی بنا پر سنڈیکیٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے کنری (سندھ) میں روئی بیلنے کا کارخانہ تعمیر کیا ہے۔ جو شامل ہونے والے احباب کے لئے ایک مستقل طور پر روپیہ لگانے کا ذریعہ ہے۔ تاحال ۶۰۰ حصص مالیتی ۶۰۰۰ روپے فروخت ہو چکے ہیں۔ فی حصہ قیمت دس روپے ہے۔ ترجیح ان احباب کو دی جائے گی۔ جو کم از کم پچاس حصص مالیتی ۵۰۰ روپے خرید کریں گے۔ سرمایہ دار احباب کے لئے مستقل طور پر روپیہ لگانے کا نادر موقعہ ہے۔ جملہ خط و کتابت و درخواست ہائے بنام سکرٹری سنڈیکیٹ آنی چاہئیں۔

(فرزند علی عفی عنہ) سکرٹری احمد آباد سنڈیکیٹ۔

ضروری اعلان

بعض احباب جماعت اپنا چندہ براہ راست مرکز میں بھیج دیتے ہیں۔ ان کی آگاہی کے لئے حسب فیصلہ صدر انجمن احمدیہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو احباب آسانی سے اپنی جماعت میں چندہ ادا کرسکتے ہوں۔ ان کو اس جماعت کے ہمراہ اپنا چندہ بھیجنا چاہیئے۔ اور جو بوجہ دوری جماعت کے ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ ان کو نظارت بیت المال سے باقاعدہ براہ راست چندہ بھیجنے کی منظوری حاصل کرنی چاہیئے۔ ناظر بیت المال قادیان

ذاتی امانتیں

ناظر صاحب بیت المال فرماتے ہیں۔ کہ :-

کیا آپ کو علم ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں احباب اپنی ذاتی امانت کا حساب کھول سکتے ہیں۔ اور جو روپیہ اس طور پر جمع ہو۔ وہ حسب ضرورت جس وقت بھی حساب دار چاہے واپس لے سکتا ہے؟

جو روپیہ احباب کے پاس بیاہ شادی تعمیر مکان بچوں کی تعلیم یا کسی اور ایسی ہی غرض کیلئے جمع ہو۔ اس کو بجائے ڈاکخانہ یا دوسرے بنکوں میں رکھنے کے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرانا چاہیئے۔ ذاتی امانت کے قواعد دفتر بیت المال سے طلب کئے جا سکتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء نمبر ۶

خطبہ جمعہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قوموں کی ترقی

کے لئے قومی جد وجہد کی ضرورت ہوتی ہے کوئی ایک یا دو آدمی مل کر یہ کام نہیں کر سکتے کیونکہ افراد کے اخلاق کی حفاظت قومی اخلاق سے ہوتی ہے۔ اگر قومی طور پر اخلاق درست نہ ہوں۔ تو صرف چند لوگ ہی جو علیحدگی اور خلوت میں زندگیاں بسر کریں۔ اپنے اخلاق کو بچا سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب قومی طور پر اخلاق میں بگاڑ پیدا ہو۔ تو شہروں اور بستیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے جاؤ۔ اور وہیں زندگی بسر کرو۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ

جب قومی اخلاق بگڑ جائیں

تو افراد کے اخلاق درست نہیں رہ سکتے۔ اول تو اردگرد کے حالات کے اثر کی وجہ سے انسان کی طبیعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر انسان اپنے اخلاق کو بیرونی اثرات سے بچا بھی لے۔ تو اس کے بیوی بچوں کے اخلاق تو بوجہ کمیٔ علم یا کم عمری کی وجہ سے ضرور ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے حالات میں چونکہ خطرہ ہوتا ہے۔ کہ

نیکی کا بیج

ہی ختم نہ ہو جائے۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ بستیوں اور شہروں کو چھوڑ کر کسی علیحدہ جگہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ حالانکہ عام حالات میں آپ نے لوگوں سے ملنے جلنے اور باہم تعلقات رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مگر قومی اخلاق میں بگاڑ پیدا ہونے کی صورت میں

خلوت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین

فرمائی ہے۔ اور ایسے ہی موقعہ کے لئے یہ حکم ہے۔ کہ لا یضرکم من ضل اذا اھدیتم۔ جب خرابی عام ہو جائے۔ تو انسان کو اپنے ایمان کے بچانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس وقت اپنے ایمان کا بچانا ہی مقدم ہوتا ہے۔ کیونکہ عام خرابیوں کو اللہ تعالےٰ کے انبیاء۔ اور مامورین ہی دور کر سکتے ہیں۔ اگر

عام خرابی کی اصلاح

کی افراد کوشش کریں۔ تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا۔ کہ وہ خود بھی ڈوب جائیں۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کبھی ایسا وقت آئے تو تم علیحدہ رہ کر اپنا ایمان بچاؤ۔ پس

قومی اخلاق کی درستی

ایک ایسی چیز ہے۔ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر قوم میں جھوٹ عام ہو۔ تو انسان خواہ کتنا ہی سچا کیوں نہ ہو۔ اور وہ اس عام خرابی سے اپنے آپ کو کتنا ہی کیوں نہ بچائے۔ اسکی اولاد ضرور جھوٹ بولنے لگ جائے گی۔ کیونکہ بچے اپنے ساتھ کھیلنے والوں سے اخلاق سیکھتے ہیں۔ انہیں عمر اور تربیت کے لحاظ سے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ اگر انہیں گھروں میں بند کر کے رکھا جائے۔ تو وہ سل کا شکار ہو جائیں گے۔ اور اگر آزادی دی جائے۔ تو اخلاق خراب ہوں گے۔ گویا دونوں صورتوں میں خاندان کی موت ہی موت ہے۔ پس اسکی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ قومی اخلاق کی درستی کے لئے کوشش کر کے انہیں بچایا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب

ہر ماں اور ہر باپ اپنی ذمہ واری کو سمجھے

لیکن اگر یہ خیال کر لیا جائے۔ کہ ہماری اولاد کی ذمہ واری ناظر تعلیم و تربیت پر ہے۔ تو ایسی قوم آج بھی ڈوبی اور کل بھی ڈوبی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم میں سے ہر شخص نگران ہے۔ اور اس سے اسکی رعایا کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ اور اسکی تشریح آپ نے یوں فرمائی۔ کہ گھر کا مالک راعی ہے۔ اور اس کے بیوی بچوں کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔ پس قومی اخلاق کی درستی کے لئے ہر فرد کا اس حیثیت کو اچھی طرح سمجھ لینا کہ وہ راعی ہے۔ اور اسکی رعیت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔ بہت ضروری ہے۔ اور تمام افراد کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم دنیا کے سامنے ایسی پود اور ایسی نسل پیش کریں۔ جو سچائی اور دیانت کی پابند اور محنت سے کام کرنے والی ہو۔ اور جو شخص یہ احساس رکھتا ہے۔ وہ ایسا سامان مہیا کرتا ہے۔ کہ جس سے اخلاق درست ہو کر آئندہ نسلوں کی تربیت صحیح رنگ میں ہو سکے۔

تحریک جدید کے دوسرے دور کے متعلق

مَیں نے جو یہ کہا ہے۔ کہ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ دنیا میں اسلامی اخلاق قائم کر سکیں۔ یہ بات بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ میں نے پچھلے سال بعض خطبات بیان کئے تھے۔ جن میں بتایا تھا۔ کہ زبانی دعووں سے ہم دنیا کو مرعوب نہیں کر سکتے۔ یہ کام عمل سے ہی ہو سکتا ہے عقائد کے لحاظ سے ہم نے دنیا میں غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر عملی لحاظ سے ابھی ایسا نہیں کر سکے پس ہمیں سوچنا چاہیئے۔ کہ ابھی تک ہم ایسا کیوں نہیں کر سکے۔ اسکی ایک وجہ یہی ہے۔ کہ ایمان سے عادت کا گہرا تعلق نہیں ہوتا۔ مگر عمل سے ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا مسئلہ ہے۔ اس سے عادت کا کوئی تعلق نہیں جس دن کسی شخص کے دماغ میں یہ بات آجائے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد اس پر عادت کے حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ

خیالات کا تعلق عادت سے

بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اور جب خیال کی اصلاح ہو جائے۔ تو عادت خود بخود پیچھا چھوڑ دیتی ہے۔ مگر عمل کے ساتھ عادت کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اس لئے صرف عقائد کی اصلاح سے اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایک کمزور احمدی سے بھی جب کوئی غیر احمدی پوچھتا ہے۔ کہ سنائیے جی حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ یا زندہ ہیں۔ تو وہ یہی جواب دیتا ہے۔ کہ فوت ہو گئے ہیں۔ جب کسی درمیانہ درجہ کے احمدی سے یہ سوال کرتا ہے۔ تو وہ بھی یہی جواب دیتا ہے کسی اعلےٰ درجہ کے احمدی سے سوال کرتا ہے۔ تو وہ بھی یہی جواب دیتا ہے۔ کسی جاہل احمدی سے پوچھتا ہے۔ تو وہ بھی یہی کہتا ہے۔ اور کسی عالم سے پوچھتا ہے۔ تو وہ بھی یہی بات قرآن کریم اور حدیث کی رو سے اسے سمجھاتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ مگر جب سچ کے بارہ میں وہ ایک احمدی سے ملتا ہے۔ اور پوچھتا ہے۔ کہ کیوں جی سچ بولنا چاہیئے۔ تو وہ کہتا ہے۔ ہاں ضرور چاہیئے۔ خواہ کچھ ہو۔ سچ بولنا ضروری ہے۔ پھر وہ کسی دوسرے احمدی سے ملتا اور پوچھتا ہے۔ تو وہ کہہ دیتا ہے۔ کہ ہاں سچ بولنا تو چاہیئے۔ مگر ہمارے جیسے کمزوروں سے کہاں بولا جاتا ہے۔ پھر وہ کسی تیسرے احمدی سے ملتا اور یہی سوال کرتا ہے۔ تو وہ کہہ دیتا ہے۔ کہ جی کہتے تو ہیں۔ کہ سچ بولنا چاہیئے۔ مگر ہمیشہ سچ بولنے سے بھلا گذارہ ہو سکتا ہے۔ پھر وہ ایک اور سے ملتا ہے۔ تو وہ بات شروع کرنے سے بھی پہلے کہتا ہے۔ کہ تم میری خاطر یہ جھوٹ بول دو۔ اور یہ کہو۔ اور یہ گواہی دو۔ تو اس پر لازماً یہی اثر ہوگا۔ کہ جس بات پر یہ خود عملی طور پر قائم نہیں ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کا میں کیسے یقین کر لوں۔ اور وہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ جو کہتا ہے۔

ہر حال میں سچ بولنا چاہیئے

اسکی بات کے صحیح ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اور میں اسکی بات کو مان کر کیوں نقصان اٹھاؤں جبکہ دوسرے لوگ اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ اس لئے اسکی بات کا بھی جس نے ہر حال میں اسے سچ بولنے کی نصیحت کی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دیکھ لو۔ عقائد کے بارہ میں جن باتوں پر ہماری جماعت مضبوطی سے قائم ہے۔ ان میں ہمارے مقابل پر دوسرے لوگ بالکل گر گئے ہیں۔ لیکن جن باتوں میں ہمارے علماء نے اختلاف کیا ہے۔ وہ غیروں میں پھیل نہیں سکیں۔ انہوں نے تو یہ سمجھا۔ کہ ہم نے جدت پیدا کی۔ نئی بات نکالی ہے۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ اس جدت سے انہوں نے

احمدیت کی شوکت

کو نقصان پہنچایا ہے۔ اور ان کی اس جدت کی وجہ سے وہ بات غیروں میں پھیل نہیں سکی۔ لیکن جن باتوں میں وہ متفق رہے ہیں۔ وہ خوب پھیلی ہیں۔ اور ایسی پھیلی ہیں۔ کہ دشمنوں نے بھی ان کی مضبوطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور گو وہ مخالفین کے ڈر کی وجہ سے انہیں علی الاعلان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ مانیں۔ مگر اپنی پرائیوٹ مجالس میں وہ اکثر ان کو تسلیم کرلیتے ہیں۔ مجھے ایک دوست نے جو اب مخلص احمدی ہیں۔ جب وہ ابھی غیر احمدی تھے سنایا تھا۔ کہ ایک دفعہ وہ

صاحبزادہ سر عبدالقیوم صاحب

کے پاس جو صوبہ سرحد میں پہلے وزیر اعظم تھے اور حال میں فوت ہوئے ہیں۔ بیٹھے تھے۔ تو سر موصوف نے کہا۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی بات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اگر وہ اپنے آپ کو مجدد منوائیں۔ تو ماننے کو تیار ہیں۔ اس دوست نے جو خود بھی ایک بڑے عہدہ پر ہیں۔ اور انجینئر ہیں۔ سنایا۔ کہ میں نے ان سے کہا۔ کہ واہ صاحبزادہ صاحب آپ یہ بات کیا کرتے ہیں۔ میں تو مرزا صاحب کو اگر نہیں مانتا۔ تو اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی اور شخص آ ہی نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے بعد ہمیں کسی اور الہام کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص آسکتا ہے۔ تو پھر یہ اعتراض کیسا بے معنی ہے۔ کہ وہ نبی ہے یا کیا ہے۔ خدا تعالےٰ جس کو بھیجے گا۔ اس کا عہدہ وہ مقرر کرے گا۔ یا ہم کریں گے۔ جب انہوں نے یہ واقعہ مجھے سنایا۔ اس وقت تک وہ غیر احمدی ہی تھے۔ اور اپنے عقائد پر پختہ تھے۔ لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالےٰ نے ان کا دل کھول دیا۔ اور وہ احمدی ہوگئے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے مخلص احمدی ہیں۔

اب دیکھو وہ جس نتیجہ پر پہنچے۔ وہ وُہ نہیں تھا۔ جس پر شروع میں غیر احمدی پہنچے تھے یہ تغیر ان کے اندر درحقیقت اس مخفی اثر سے پیدا ہؤا۔ جو احمدیوں کے دلائل کی وجہ سے تعلیمیافتہ مسلمانوں میں پیدا ہو رہا تھا۔ اور روز بروز پیدا ہوتا جارہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ عام طور پر نبوت کے مسئلہ میں ہی ہماری مخالفت زیادہ ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ خیال بھی پیدا ہو رہا ہے۔ بلکہ اس طبقہ کی

مخالفت کی بنیاد

ہی اب یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی آہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر کوئی آسکتا ہے تو وہ نبی بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں۔ کہ کوئی آہی نہیں سکتا۔ مامور و مجدد یا نبی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہم کسی کی آمد کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اور حقیقتاً عقلی طور پر یہی ایک پہلو ہے۔ جو ان کے بچاؤ کا ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی کہے۔ کہ مرزا صاحب کا

نبوت کا دعویٰ

غلط ہے۔ وہ مجدد ہوسکتے ہیں۔ تو ہماری طرف سے جھٹ یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ کیا مجدد بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس پر ساری مجلس ہنس پڑتی ہے۔ کہ اس نے کیسی پاگل پن کی بات کی۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ کوئی آسکتا ہے۔ تو پھر یہ کہنا۔ کہ جو آیا ہے۔ اس کا نبوت کا دعویٰ غلط ہے۔ ایک بیہودہ بات ہے۔ کیونکہ جو آئے گا۔ وہ ضرور سچ بولے گا۔ اور اگر کوئی شخص یہ مان لے۔ کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ تو پھر آپ جو دعویٰ کریں۔ وہ ماننا پڑے گا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "فتح اسلام" اور "توضیح مرام" کتابیں لکھیں۔ تو

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ

کا کوئی دوست ان میں سے کسی کتاب کا کوئی پروف لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اب نورالدین مرزا صاحب کو چھوڑ دیگا۔ کیونکہ اور تو خواہ کچھ ہو۔ اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت محبت ہے۔ اور مرزا صاحب نے اس میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جب یہ کتاب میں نے سامنے رکھی۔ تو فوراً مرزا صاحب کو چھوڑ دیگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ شخص ایک جتھا بنا کر میرے پاس آیا۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ میں نے بھی سمجھا۔ کہ آج کوئی خاص بات ہے۔ جو یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر آئے ہیں۔ آخر اس نے

جیب سے کاغذ نکالا

اور کہا۔ کہ آپ جو مرزا صاحب کو مانتے ہیں تو اسی لئے نہ۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع ہیں۔ لیکن اگر وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کوئی بات کہیں۔ مثلاً یہ کہیں۔ کہ وہ نبی ہیں۔ تو پھر تو آپ ان کو نہیں مانیں گے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نہیں میں نے مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ کی طرف سے مانا ہے۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کہیں گے۔ جو میرے پہلے عقیدہ کے خلاف ہے۔ تو میں یہ سمجھوں گا۔ کہ میرا پہلا عقیدہ غلط تھا۔ اور جو بات مرزا صاحب کہتے ہیں۔ وہ درست ہے۔ جب میں نے یہ مان لیا۔ کہ مرزا صاحب خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ تو پھر ان کا حق ہے۔ کہ وہ اپنے عقائد مجھ سے منوائیں۔ میرا حق نہیں۔ کہ میں ان کو اپنے عقائد کے تابع کروں۔ اس پر وہ شخص مایوس ہو کر اٹھ کھڑا ہؤا۔ اور بولا کہ بس جی چلو۔ مولوی صاحب بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اور ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

حق یہی ہے۔ کہ جب یہ مان لیا جائے۔ کہ کوئی شخص واقعی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ تو پھر وہ جو بھی کہے۔ اسے ماننا پڑے گا۔ اور جسے خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی بات کے کہنے کا حق نہ ہو۔ اس کی چھوٹی سی چھوٹی بات کا بھی موازنہ کیا جائے گا۔

اصل سوال

یہی ہے۔ کہ جو شخص کھڑا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے کیا پوزیشن دی ہے۔ اگر تو یہ پوزیشن ہے۔ کہ اسکی ہر بات مانی جائے۔ تو پھر ہر بات ماننی پڑے گی۔ اگر یہ ہے۔ کہ ایک خاص دائرہ میں اسکی بات ماننی چاہیئے۔ تو پھر اس دائرہ میں اسکی بات ماننی پڑے گی۔ اور اگر یہ ہے۔ کہ اسکی کسی بات کا ماننا بھی ہمارے لئے ضروری نہیں۔ تو پھر اس کی جس بات کو عقل سلیم تسلیم کریگی وہ ہم مانیں گے۔ باقی کو رد کردیں گے۔ غرض اب

تعلیم یافتہ طبقہ غیر احمدیوں کا

یہ سمجھتا جارہا ہے۔ کہ نبوت کا مسئلہ اپنی ذات میں اہم مسئلہ نہیں۔ اور وہ اس میں اپنی کمزوری کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ اور ان کو یہ احساس ہو رہا ہے۔ کہ ہم جو عقائد پیش کرتے ہیں۔ انہیں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اسی لئے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے جواب کے لئے انہیں اب اپنے پہلے مقام کو بدلنا چاہیئے۔ مگر

عمل کے میدان میں

ابھی یہ بات ہمیں حاصل نہیں ہوسکی۔ اور اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ عقائد میں ہمارا ہر شخص خواہ وہ مضبوط ہو۔ یا کمزور۔ جاہل ہو یا عالم۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ بوڑھا ہو یا جوان یا بچہ۔ مرد ہو یا عورت۔ سب ایک ہی بات کہتے ہیں۔ مگر عملی باتوں میں اگر دوسرے لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ لڑکیوں کو ورثہ میں حصہ دینے کا سوال آتا ہے۔ تو ہم میں سے بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم لڑکیوں کو حصہ دے کر اپنی زمینیں خراب کر لیں۔ تو دوسرے شخص پر بھی یہی اثر ہوتا ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم ایسی ہے۔ جس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ یا جب سچ بولنے کا موقعہ آتا ہے۔ تو ایک احمدی کہہ دیتا ہے۔ کہ "جی سارے اے ہی کہندے ہندے نے۔ پر کدی سچ نال ہر ویلے گذارہ ہندا اے"۔ یعنی منہ سے تو سچ بولنے کی تاکید ہر کوئی کردیتا ہے۔ مگر کیا ہمیشہ سچ بولنے سے دنیا میں گذارہ چل سکتا ہے۔ اس لئے سننے والا خیال کرتا ہے۔ کہ جو کہتا ہے۔ ضرور سچ بولنا چاہیئے۔ ممکن ہے۔ وہی غلطی پر ہو۔ میں اس کے پیچھے لگ کر کیوں خواہ مخواہ اپنا نقصان کروں۔ شبہ سے ایمان اور یقین دوسرے کے دل میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے۔ جب اپنے دل میں بھی ایمان اور یقین ہو۔ اور جو شخص خود عمل نہیں کرتا۔ اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ اس کے دل میں قرآن کریم پر ایمان نہیں۔

ایک دفعہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور سوال کیا۔ کہ

قرآن کریم سے مرزا صاحب کی صداقت

کا کوئی ثبوت پیش کریں۔ ایسے لوگ اکثر آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ جس کا میں ذکر کررہا ہوں۔ سال دو سال کی بات ہے۔ کہ میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ قرآن سے کوئی ثبوت دیں۔ میں نے کہا۔ کہ سارا قرآن ہی آپ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس نے کہا۔ کہ آپ کوئی آیت پیش کریں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ کوئی آیت لے لیں۔ وہ کہنے لگا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ اس سے ثابت کریں۔ میں نے کہا۔ اس سے بھی ثابت ہے۔ اور میں نے اسے بتایا۔ کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اس رنگ میں ثابت ہوتی ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے۔ جو ایمان کا دعوےٰ تو کرتے تھے۔ مگر دراصل وہ مومن نہ تھے۔ اور اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ تھے۔ تو اب کیوں نہیں ہوسکتے۔ آپ لوگ یہی کہتے ہیں۔ کہ جب قرآن کریم موجود ہے۔ اور ہم سب ایمان لاچکے ہیں۔ تو اب کسی اور کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ منہ سے کہنے کے باوجود مومن نہیں ہوتے۔ تو یا تو مسلمان قرآن کریم کی اس بات کا انکار کردیں۔ یا پھر ماننا پڑے گا۔ کہ محض منہ سے کہہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر امت محمدیہ اسی طرح بگڑ جائے۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگ تھے۔ تو کیا ایسے لوگوں کے علاج کے لئے کوئی انتظام ہونا چاہیئے۔ یا نہیں۔ اور قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ ایسے لوگ ہوتے رہیں گے۔ پس صاف بات ہے۔ کہ ان کے لئے معالج بھی آتے رہیں گے۔ میں نے جب یہ بات اس سے کہی۔ کہ قرآن کریم کی جو آیت چاہو۔ لے لو۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ تو اس یقین کے ساتھ کہی تھی۔ کہ جب قرآن کریم نبوت کی تائید کرتا ہے۔ تو ضرور اسکی ہر آیت سے نبی کی صداقت ثابت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے وہ جو آیت پڑھتا۔ میں اسی سے ثابت کردیتا۔ وہ اگر ورثہ کی آیت پڑھتا۔ تو بھی میں اسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ثابت کر دیتا۔ کیونکہ جو کلام نبوت کی تائید کرے گا۔ اس سے ہر نبی کی صداقت ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے جب یہ بات اس کے سامنے بیان کی۔ تو مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ اور میرے دل میں اس بات کا

پورا پورا یقین

تھا۔ لیکن جب اپنے دل میں یقین نہ ہو۔ تو بڑی سے بڑی بات بھی غیر مفید ہو گی۔ ہماری جماعت میں ایک بڑے مولوی تھے۔ جو عالم تھے۔ مگر بولنے میں وہ کچے تھے۔ میں نے خود بھی ان کو کئی مرتبہ گفتگو کرتے سنا۔ کوئی اعتراض کرتا۔ تو وہ ہنس کر کہہ دیا کرتے تھے۔ کہ لے ہُن اے اعتراض کردتا۔ یعنی لو اب یہ اعتراض کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب

وفات مسیح کے لئے تیس آیات

پیش فرمائیں۔ تو وہ بہت خوش ہوئے ایک شخص سے ان کی وفات مسیح کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ اس نے پوچھا۔ کہ کیا قرآن کریم کی کسی آیت سے بھی وفات مسیح کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ کسی ایک آیت سے کیا تیس آیات سے یہ ثابت ہے۔ اس نے کہا۔ کوئی ایک پیش کریں۔ انہوں نے ایک آیت پیش کی۔ اس نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔ تو کہنے لگے۔ اچھا اسے چھوڑو اور لو۔ اور دوسری آیت پیش کر دی۔ اس نے اس پر بھی ایک اعتراض کر دیا۔ تو کہنے لگے۔ اچھا لو اور آیت سن لو۔ اسی طرح سب کی سب آیات ختم ہو گئیں۔ اور وہ منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ تو جب انسان خود یقین سے بات پیش نہ کرے۔ دوسرے پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

یقین سے ہی سب کامیابی ہوتی ہے

دیکھو یقین تو کتے اور بلی کا بھی کام آجاتا ہے۔ کتا۔ بلی اور شیر وغیرہ وحشی جانور لڑتے بہت کم ہیں۔ صرف غوں غوں کر کے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ اور پھر ایک ڈر کر چلا جاتا ہے۔ وہ غوں غوں سے ایک دوسرے کے یقین کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اور جو دوسرے کی غوں غوں کو زیادہ یقینی دیکھتا ہے۔ وہ بھاگ جاتا ہے۔ تو طاقت ہمیشہ

دل کے ایمان اور یقین

سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے دلوں میں ایمان اور یقین پیدا کریں۔ وہ پہلے یہ فیصلہ کر لیں۔ کہ قرآن کریم نے جو تعلیم دی ہے۔ وہ صحیح ہے یا نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے سچ بولو۔ وہ یہ فیصلہ کر لیں۔ کہ قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے۔ یا نہیں۔ اور آیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں پھر اگر ٹھیک ہے۔ تو اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ اور اپنی اولادوں کے اندر بھی اسے قائم کریں۔ اسی طرح دیانت کا حکم ہے۔ وہ دیکھ لیں۔ کہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو خود بھی اس پر عمل کریں۔ اور اپنی اولادوں کے اندر بھی اسے پیدا کریں۔ اور اگر وہ

اپنی اولادوں کی اصلاح

کی طرف ہی توجہ کریں۔ تو یہ چیزیں اگر ان کے اپنے اندر نہ بھی پیدا ہو سکیں۔ تو بھی وہ اپنی اولادوں میں تو ضرور پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ان سے خود بوجہ اس کے کہ وہ غیر احمدیوں میں سے آئے ہیں۔ کمزوری بھی ہے۔ تو بھی وہ اپنے بچوں کو یہ باتیں ضرور سکھا سکتے ہیں اور اگر وہ ایسا کر دیں۔ تو ہماری آئندہ نسل ضرور دنیا پر غالب آجائے گی۔ اور سب کے دلوں کو موہ لے گی۔ یہ مضمون پہلے بھی میں نے ایک خطبہ میں شروع کیا تھا۔ اور آج بھی اسے بیان کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر معلوم نہیں۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ صبح سے مجھے

دوران سر کی تکلیف

ہے۔ جو پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہُوا کرتی تھی۔ مجھے بھی صبح سے سر میں چکروں کی تکلیف ہے۔ اور زیادہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لمبا خطبہ نہیں بیان کر سکتا۔ صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ جب تک ہماری جماعت اس بات کے لئے کھڑی نہ ہو۔ کہ

اسلام کی اصولی اور ابتدائی باتیں

جن میں سے دو میں نے آج بھی بیان کی ہیں۔ اپنی اولادوں کے دلوں میں داخل کر دے۔ اس وقت تک کبھی بھی احمدیت دنیا میں عملی طور پر قائم نہیں ہو سکے گی۔ اور جب یہ باتیں پیدا ہو جائیں۔ تو عملی مخالفت بھی خود بخود گر جائیگی۔ دیکھو ایک جانور کے محض یقین کے ساتھ غرانے سے اس کے مقابل کے جانور بھاگ جاتے ہیں۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ تمہارے دلوں کا یقین تمہارے مخالفوں کے دلوں پر اثر نہ کرے۔ جب تم اس یقین اور ایمان کو لے کر کھڑے ہو گے۔ کہ اسلام کی تعلیم صحیح ہے اور تم نے اسے دنیا میں قائم کر کے رہنا ہے۔ تو تمہارے مخالف یقیناً دم دبا کر بھاگ جائیں گے اور کہیں گے۔ کہ اچھا پھر تم اس تعلیم کو قائم کر لو۔ اور جس دن تمہارے اپنے دلوں میں یقین پیدا [۴]

[۴] ہو جائیگا۔ دوسروں کے دلوں میں خود بخود تمہارے لئے قبولیت کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ اور وہ مخالفت چھوڑ کر جس طرح عقائد میں تمہارے پیچھے چل پڑے ہیں۔ اعمال میں بھی چل پڑیں گے۔ (الفضل)

عیسائی مشن

بائبل کی گم شدہ کتب

(۱)

(از شیخ عبد القادر صاحب لائل پوری)

مدت مدید سے بائبل میں یحرفون کلمة کی عملی ترجمانی ہو رہی ہے۔ اور آئے دن بائبل انسانی دست تصرف کا تختہ مشق بنتی ہے۔ جس کا نتیجہ تحریف یا الحاق نکلتا ہے۔ چنانچہ نصاریٰ کی دست اندازیوں کے کرشمے وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ من مانی آیات بڑھائی اور گھٹائی جاتی ہیں۔ اور اس طرح ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ بائبل محفوظیت قطعیت اور ثقاہت کے پایہ سے گری ہوئی ہے۔ ہاں غیر محفوظ عن التحریف اور ساقط الاعتبار ہے۔ چنانچہ تحریف و الحاق بائبل کا مسئلہ ایسا ظاہر و باہر ہو چکا ہے۔ کہ بڑے بڑے محقق اور عمائد مسیحی دین بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اور قرآن مجید کی محیر العقول محفوظیت کے مقابلہ میں انجیل کو رکھتے بھی شرم محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ آنریبل سر ولیم میور صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "مسلمانوں کے قرآن کا اس انجیل سے کیا مقابلہ کرنا ہے۔ جو بدقسمتی سے بہت کچھ محرف و مبدل ہو چکی ہے۔ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا جن کی ایک دوسرے سے کوئی بھی مشابہت نہیں" (دیکھو دیباچہ لائف آف محمدؐ) عہد جدید غیر منزہ عن التحریف ہے۔ جعل و الحاق کے آہنی شکنجہ میں جکڑا ہُوا ہے۔ یہ تو آپ پڑھ چکے۔ اب عہد عتیق کے متعلق سنیئے۔ کہ وہ بھی شرمندۂ محفوظیت نہیں بلکہ بالکل غیر محفوظ و مصئون اور حفاظت سے تہی دست ہے۔ چنانچہ ریورینڈ جی سنڈرلینڈ ایم۔ اے ڈی۔ ڈی جیسی عظیم المرتبت ہستی بھی آخر یہ لکھنے پر مجبور ہو گئی۔ "یہ ایک تعجب انگیز حقیقت ہے۔ کہ بائبل کی اکثر کتابوں کے مصنفین کے نام معلوم نہیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے۔ کہ بعض کتابیں ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں۔ بلکہ مختلف اشخاص کی تحریرات کا مجموعہ ہیں۔ اور پھر وہ بھی ایک وقت کی نہیں۔ بلکہ ان میں اختلاف زمانہ بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً ان میں تبدیلی ہوئی" (ماخوذ) رسالہ ماڈرن کلکتہ اگست ۱۹۲۶ء

پادری صاحب موصوف نے واضح لفظوں میں اقرار کیا۔ کہ عہد عتیق میں تحریف و الحاق کا فقدان نہیں۔ بلکہ عہد عتیق بھی تحریف و الحاق کا نشانہ بن چکا ہے۔ گویا کہ نتیجۃً عہد عتیق اور عہد جدید دونوں محرف و مبدل ہیں۔ لیکن ایک امر دگر جو حقیقتاً از بس تعجب انگیز ہے۔ اور ایک محقق کی حیرانگی کو فزوں تر کرنے والا ہے۔ اور بائبل کو مشتبہ اور مشکوک ثابت کرتے ہوئے بائبل کی بے اعتباری کو اور بھی واضح کئے دیتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ موجودہ بائبل ہرگز ہرگز مکمل صورت میں موجود نہیں۔ بلکہ متعدد کتب ہیں۔ جو کہ مجموعہ کتب عہد عتیق سے غائب ہیں۔ اور علے ہذا القیاس ایسے خطوط بھی ہیں۔ جو کہ خطوط الرسل سے مفقود ہیں۔ لیکن جہاں کہ بعض حق پسند محقق بحر تحقیق میں غوطہ زن ہو کر دُرِ حقیقت کو پا چکے ہیں۔ اور بالفاظ واضحہ مقر ہیں کہ بائبل محرف مبدل ہے۔ ہرگز ہرگز محفوظ نہیں۔ وہاں کثیر التعداد نصاریٰ بخلاف حقیقت مذکور غوغا مچا رہے ہیں۔ کہ عہد عتیق اور عہد جدید جوں کا توں بالکل مکمل صورت میں ہمارے ہاتھوں میں پہنچا۔ (دیکھو قدامت بائبل مصنفہ قاضی خیر اللہ صاحب ص۱۵) بے شک ان کا یہ دعویٰ شرمندۂ دلائل نہیں۔ بے شک ان کی ایسی سعی سعیٔ لاحاصل ہے۔ بے شک ان کا یہ خیال۔ خیالِ فاسد محض زعم اور دور از حقیقت ہے۔ لیکن وائے ستیاناس ہو تعصب کا کہ ان کی چشمِ کور میں ان کو بائبل بالکل محفوظ اور مکمل ہی دکھائی دیتی ہے۔ چاہے وہ دلائل و براہین سے کلیۃً تہیدست ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی منجملہ ۶۶ ہی کتب تھیں۔ یہی بالفاظ دیگر مکمل بائبل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی کتاب قابل التفات نہیں۔ اور نہ کوئی کتاب اس مجموعہ میں شامل ہونے کی مجاز ہے۔ کیونکہ ان کا ادعا ہے۔ کہ یہی مروجہ بائبل اکمل و اتمل ہے۔ اور کوئی کتاب کبھی بھی ان ۶۶ کتب کے علاوہ بائبل میں شامل نہ تھی۔

بر سبیل تذکرہ یہ ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقہ کے مابین بائبل کی کتب کی تعداد میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مذکورۃ الصدر عقیدہ یعنی ۶۶ کتب پر ہی اکتفا کرنا تو ہُوا پراٹسٹنٹ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب کیتھولک اٹھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ بالکل غلط ہے۔ کہ بائبل کی ۶۶ کتب ہیں۔ بلکہ ۷۳ کتب ہیں۔ جن کا مجموعہ مکمل بائبل کہلانے کا مجاز ہے کیونکہ طوبیا کی کتاب۔ یہودیت کی کتاب۔ یشوع بن سیراخ کی کتاب۔ باروک کی کتاب۔ مکابیوں ۱ مکابیوں ۲ منجملہ سات کتابیں بھی قدیم نسخہ جات بائبل میں موجود چلی آتی ہیں۔ چنانچہ ۱۶۱۱ء میں جو پہلی بائبل چھپی۔ اور جو کہ "ریوائزڈ ورشن" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بھی یہ سات کتابیں موجود تھیں۔ اس لئے جب تک ان کو بائبل میں شامل نہ کیا جاوے۔ ہم ہرگز بائبل کے موجودہ مجموعہ کو مکمل نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ بالکل غیر مکمل کہیں گے۔ ہاں اگر سات کتابیں شامل کردی جائیں۔ تو بائبل مکمل کہلا سکتی ہے۔ چنانچہ کیتھولک اپنی بائبل کو ہی مکمل کہتے ہیں۔ جس میں ۶۶ + ۷ = ۷۳ کتب ہیں۔ لیکن پراٹسٹنٹ ان کتب کو غیر الہامی اور متروک قرار دیتے ہیں۔ خیر سردست ہمیں اس بحث کو زیر بحث رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کہ کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کی بائیبلز میں فرق بالا کیوں ہے۔ اور کہ کیا یہ فرق بائبل کی بے اعتباری پر درخشندہ دلیل نہیں۔ اور کہ کیا ہم بایں حالت پراٹسٹنٹ کی بائیبل کو محرف کہیں۔ یا کیتھولک کی بائیبل کو الحاقی۔ بلکہ صحبت امروزہ میں ہم صرف یہ دکھلاویں گے۔ کہ بائبل کی بہت سی کتب ضائع ہو چکیں۔ جن کا کہ نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ اور وہ کتب جس طرح کہ پراٹسنٹ کی بائبل سے مفقود ہیں۔ اسی طرح کیتھولک کی بائبل سے بھی غائب ہیں۔ چنانچہ یہ دعویٰ تشنہ دلائل نہیں رہے گا۔ بلکہ آئندہ سطور میں پایۂ ثبوت تک پہنچایا جائے گا۔ (انشاء اللہ) جس سے کہ یہ امر بالکل مبرہن ہو جائے گا۔ کہ بائبل ہرگز ہرگز مکمل نہیں۔ بلکہ بالکل غیر مکمل صورت میں ہمارے سامنے پیش ہوئی۔ نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ موجودہ بائیبل مکمل ہے۔ سراسر باطل اور دور از حقیقت ہے۔ بلکہ بحالت مذکورہ بائبل کی بے اعتباری بالکل شمس النہار کی طرح اظہر ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ ۶۶ کتب کا مجموعہ کوئی مکمل بائبل نہیں۔ بلکہ جتنی کتابیں جہاں کہیں سے ملتی گئیں۔ ترتیب دیتے گئے۔ خواہ وہ تواریخ اور سلاطین کے اقوال ہی کیوں نہ ہوں۔ جن کا کہ الہامی کتب سے پرکاہ کے برابر بھی تعلق نہیں۔ ہاں عام تاریخ اور لمبے چوڑے نسب ناموں کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں۔ اور پھر جن کے کہ مصنفوں کو بھی آج تک کوئی نہیں جانتا۔ بلکہ وہ پردہ اخفار میں ہی مستور چلے آتے ہیں۔ چنانچہ بائبل کے غیر مکمل ہونے کا ایک ناقابل انکار ثبوت یہ بھی ہے۔

انطیوکس بادشاہ کے وقت تمام کی تمام الہامی کتب نذر آتش کردی گئیں۔ اب خبر نہیں۔ کہ ان میں کون کونسی کتاب تھی۔ جو کہ بائبل کا حصہ بن سکتی تھی۔ لیکن وہ جلائی گئی۔ اس وقت چھپوائی کا انتظام تو تھا ہی نہیں۔ بلکہ کسی کے پاس کوئی قلمی نسخہ ہوا۔ اور کسی کے پاس اور کسی کتاب کا قلمی نسخہ۔ لیکن تمام تر نسخہ جات جلائے گئے۔ چنانچہ مکابیوں ۱ کی کتاب جو کہ کیتھولک بائبل کے سب سے آخر پر ہے۔ اس کے ۱/۵۲ تا ۶۰ میں لکھا ہے۔ کہ انطیوکس بادشاہ نے اپنی ساری مملکت کو حکم دیا۔ کہ وہ شریعت کو بھول جائیں۔ اور تمام احکام کو تبدیل کردیں۔ اور جو کوئی بادشاہ کے حکم پر عمل نہ کرے۔ وہ قتل کیا جاوے۔ اور ایسا ہی تمام حکم اپنی ساری مملکت میں لکھ بھیجا۔ اور لوگوں پر حاکم متقرر کئے۔ تاکہ ان سے یہ کام جبراً کروائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کروایا۔ اور مذبح پر ویران کرنے والا مکروہ بت بنایا۔ اور شریعت کی کتابوں میں جو انہوں نے پائی۔ اس کو پھاڑ ڈالا۔ اور آگ میں جلا دیا۔ اور ہر ایک جس کے پاس عہد کی کتاب پائی گئی۔ یا جس نے شریعت کو مانا۔ وہ بادشاہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔" اب ذرا غور کرو۔ کہ ان حالات میں ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ "بائبل بہت قدیم کتاب ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں۔ شہرۂ آفاق تہذیبیں شاندار قومیں پیدا ہوئیں۔ اور پھر زوال پذیر ہوکر صفحۂ عالم سے نابود و بے بود ہو گئیں۔ ... مگر بائبل اب تک صحیح و سالم موجود ہے۔" قدامت بائبل مصنفہ ریورنڈ قاضی خیر اللہ صاحب) جبکہ مذکورہ اقتباس بائبل سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ انطیوکس بادشاہ نے تمام کتابیں نذر آتش کرادیں۔ اور جس کے پاس بھی شریعت کی کتاب پائی گئی۔ وہ قتل کرادیا گیا۔ اور وہ کتب پھڑوا دی گئیں اور جلا دی گئیں۔ اور حکم دے دیا۔ کہ لوگ شریعت کو بھول جائیں۔ اور اس کے تمام احکام تبدیل کردیں۔ (اب تبادِ تحریف بائبل میں کچھ شک ہے) اور کیا اس میں کوئی کلام ہو سکتا ہے کہ بائبل غیر مکمل ہے۔ کیونکہ بادشاہِ وقت نے تمام کی تمام کتب حوالۂ آتش کرادیں۔ اور یہ حکم تمام مملکت میں جاری کرایا گیا۔ جس سے آنِ واحد میں تمام کی تمام الہامی کتب ضائع ہو گئیں۔ واللہ اعلم کون کونسی کتاب تھی۔ جو کہ جلادی گئی۔ اور اس طرح بائبل کا مجموعہ غیر مکمل ٹھیرا۔ ہاں اتنا ہے کہ ان کتب کے حوالے موجودہ بائبل کی کتب میں موجود ہیں۔ جو کہ ہم آگے پیش کریں گے۔

لیکن پیشتر ازیں ہم نصاریٰ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جبکہ بائبل میں تحریف و الحاق کا بازار بھی گرم رہتا ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ کہ اہل کتاب نے کچھ آیات بڑھائیں۔ اور کچھ کم کیں۔ چنانچہ بائبل بھی مقر ہے کہ "تم نے شریعتوں کا عدول کیا۔ قانونوں کو بدلا"۔ (یسعیاہ ۲۴/۵ دیکھو۔ "تم کیونکر کہتے ہو۔ کہ خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے۔ دیکھ حقیقت میں اسے عبث بنا رکھا ہے۔ نقل نویس کا قلم باطل ہے۔ یرمیاہ ۸/۸ اور پھر کیتھولک اور پراٹسنٹ کی بائبل میں سات کتابوں کا بھی فرق ہے۔ یہ سات کتابیں ۱۶۱۱ء میں جو بائیبل کا انگریزی نسخہ پہلی بار چھپا۔ اس میں موجود ہیں۔ (ان بعد کی بائبل سے پراٹسٹنٹ نے ان کتب کو اڑادیا۔ اور پھر طرفہ یہ کہ کیتھولک بائبل میں کثیر التعداد آیات اور متعدد ابواب ان کتابوں سے زیادہ ہیں۔ جو کہ پراٹسٹنٹ کی بائبل میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ کیتھولک کا دعویٰ ہے کہ یہ آیات و ابواب قدیم نسخہ جات بائبل میں موجود ہیں۔ اور پھر تمام کی تمام شریعت کی کتب بادشاہ وقت نے جلوا بھی دیں۔ خبر نہیں کون کونسی کتاب جلائی گئی۔ جو کہ بائبل کا حصہ بن سکتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ بائبل میں متواتر النقل کی وجہ سے نقل نویسوں نے دس لاکھ سے بھی کچھ زیادہ غلطیاں کیں۔ (اختتام دینی مباحثہ صہ ۸۳ پادری فانڈر صاحب) اور یہ بس ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ بائبل اختلاف سے بھی پُر ہے۔ چنانچہ اوریجن (۲۲۰ء) جو اپنے زمانہ کی کلیسائیں بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا ..... اقرار کرتا ہے۔ کہ اناجیل میں اتنے اختلاف ہیں۔ کہ ان سے آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے (بائبل کا الہام صہ ۸۳ مصنفہ ڈاکٹر پیٹرسن سمائتھ صاحب) تو ان حالات میں ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ بائبل کوئی قابل اعتبار الہامی کتاب ہے۔ بلکہ امور مذکورہ بائبل کے الہامی کتاب ہونے میں سدِ سکندری کی طرح حائل ہیں۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ بائبل پایۂ اعتبار سے گر چکی ہے۔ اور غیر محفوظ عن التحریف والالحاق ٹھیر کر ساقط عن الاعتبار ہے۔ مزید برآں اس وقت تو بائبل کی بے اعتباری اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بائبل میں بعض کتب کا حوالہ دیا گیا۔ لیکن وہ بائبل میں نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ وہ کھوئی گئیں۔ اور اب تک مفقود الخبر ہیں۔ اگر ہمارا ادعا باطل ہے۔ تو مندرجہ ذیل کتب پیش کرو۔

(۱) الیاشر کی کتاب

کتاب ہذا ایک الہامی کتاب ہے۔ جس کا حوالہ بائبل میں درج ہے۔ مگر افسوس کہ اب یہ کتاب بائبل سے غائب ہے ...... (ا) یسوع نے کہا۔ اے آفتاب جبعون پر ٹھیر اور۔ اے مہتاب تو بھی وادیٔ ایلون کے درمیان۔ تب آفتاب کھڑا رہا۔ اور مہتاب ٹھیر گیا ..... کیا یہ کتاب الیاشر میں نہیں لکھا۔ کہ آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھیر رہا۔ اور قریب دن بھر کے پچھم کی طرف مائل نہ ہوا۔ (یشوع ۱۰/۱۲ و ۱۳)

(ب) "اور داؤد نے ساؤل اور اس کے بیٹے یونتن پر یہ مرثیہ کرکے نوحہ کیا۔ اور اس نے انہیں حکم دیا۔ کہ بنی اسرائیل کو کمان کا سنور سکھاویں۔ دیکھو وہ کتاب الیاشر میں لکھا ہے۔ سموئیل نمبر ۲ ۱/۱۸

نوٹ:۔ کیتھولک بائبل میں کتاب الیاشر کا اردو ترجمہ "کتاب مستقیم" دیا ہے۔

(۲) خداوند کا جنگ نامہ

"اس سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں لکھا ہے۔ کہ وہ لال سمندر میں وہیب پر قابض ہوا۔ اور ارنوں کی نہروں پر ..... گنتی ۲۱/۱۴

(۳) سموئیل کے قوانین کی کتاب

"پھر سموئیل نے لوگوں کو سلطنت کے قوانین بتلائے اور ان کو کتاب میں لکھا۔ اور اس کو خداوند کے سامنے رکھا۔ سموئیل ۱ ۱۰/۲۵۔

(۴) حضرت سلیمان کی تین ہزار امثال (۵) اور ایک ہزار پانچ غزلیں

"خداوند نے سلیمان کو دانش اور نہایت تیز فہم دیا۔ اور دل کی وسعت ریت کی طرح جو سمندر کے کنارہ پر ہو ...... اس نے تین ہزار تمثیلیں کہیں۔ اور اسکی غزلیں ایک ہزار پانچ تھیں اور اس نے درختوں کی کیفیت دیوار سے لیکر جو لبنان پر ہے۔ اور زوفا تک جو دیوار سے نکلتا ہے بیان کی۔ اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کی بابت کلام کیا۔ سلاطین ۱ ۴/۲۹ تا ۳۴

مگر کیا اب یہ امثال اور غزلیات ملتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ چنانچہ کیتھولک کی بائیبل میں زیر آیت مذکورہ حاشیہ پر لکھا ہے۔ تین ہزار تمثیلیں۔ یہ سب کھوئی گئیں سوائے اس حصہ کے جو امثال کی کتاب میں ہے اور اسکی خاص نظم جو کہ نشید الاناشید (غزل الغزلیات) کہلاتی ہے۔ دیکھو کیتھولک بائبل جلد ۲ صہ ۱۵۹ علی ہذا القیاس امثال سے بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت سلیمان کی مذکورہ تعداد امثال گم ہو گئیں۔ جو کہ ان کی اپنی لکھی ہوئی تھیں اور کتاب امثال میں تین ہزار تمثیلوں سے چند پیش کی گئیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "یہ بھی سلیمان کی امثال ہیں۔ جن کی شاہ یہوداہ اور حزقیاہ نے لوگوں سے نقل کی۔ امثال ۲۵/۱۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ سلیمان کی لکھی ہوئی تمثیلیں موجود نہ تھیں۔ بلکہ آپ کی چند تمثیلیں نقل در نقل ہو کر امثال کا حصہ بنیں۔ نتیجۃً یہ امر بوجہ کمال ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت سلیمان کی تمام تمثیلیں گم ہو گئیں۔ سوائے امثال کی کتاب کی چند تمثیلوں کے۔ اور اسی طرح حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلیمان کے ایک ہزار پانچ غزلیات میں سے مقدم الذکر کیتھولک بائیبل کے حوالہ کے بموجب ایک خاص غزل رہ گئی۔ جو کہ بائبل میں غزل الغزلیات کے نام سے نامزد ہے۔ عیسائیوا اب بھی کہو۔ کہ کیا بائبل مکمل ہے۔ اور بالکل محفوظ چلی آتی ہے۔ یا غیر محفوظ اور غیر مکمل۔ ہاں اگر شب دیجور کو آفتاب نیم روز کہو۔ تو وہ تمہاری مرضی ہے۔ تمہاری ہی آنکھوں کا قصور ہے۔ باقی اصل الامر اور حقیقت واقعیہ تو ہم نے بیان کر دی۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ بائیبل میں امثال اور غزل الغزلیات بالکل غیر مکمل اور ادھورے ہیں۔ ان دونوں کتب کے اصل نسخے تو گم ہو گئے تھے۔ ازاں بعد نقول کو جمع کر کے امثال اور غزل الغزلیات کا نام دے دیا گیا۔ ان حالات میں نصاریٰ کا قول کہ بائیبل محفوظ ہے۔ تحریف و الحاق سے پاک ہے۔ کیونکر شائستہ اعتنار ہو سکتا ہے۔ (باقی دارد)

دیانندی مشن

وید کی تعلیم دوامی نہیں

(از قاضی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل امیر جماعت احمدیہ لائل پور)

آریہ سماج کے مایۂ ناز ریفارمر اور اس کے خود ساختہ مہرشی سوامی دیانند جی مہاراج رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں الہامی کتاب کا ایک معیار یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس میں مفید اور کار آمد ہدایتیں ہوں۔ سب زمانوں میں یکساں اثر پذیر ہوں۔ یہ معیار لکھنے کے بعد وہ رقمطراز ہیں۔ کہ ”ویدوں کی سب باتیں دوامی یعنی سب زمانوں کے لئے یکساں اثر رکھنے والی ہیں“ ملاحظہ ہو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا ترجمہ بھائی نہال سنگھ صاحب کرنال نواسی صہ ۱۳۔

سوامی جی کا یہ پیش کردہ معیار درست ہے مگر یہ صرف کامل الہامی کتاب کے لئے معیار ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسی الہامی کتاب کے لئے جو اپنے نزول کے بعد تمام زمانوں کے اور تمام اقوام کے لئے واجب العمل ہو۔ سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ وید اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم ویدوں کو اسی معیار پر پرکھتے ہیں۔ اور معلوم کرتے ہیں کہ وید کامل الہامی کتاب ہے۔ یا نہیں۔

سوامی جی مہاراج رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے صہ ۱۴۲ پر رگوید اشٹک ادھیائے ۳ ورگ ۲۸ منتر ۲ کا ترجمہ اصول خانہ داری کے بغلی ہیڈنگ کے ماتحت یوں تحریر فرماتے ہیں:-

”اے زن و مرد تم دونوں اس دنیا میں گرہ آشرم (خانہ داری) میں داخل ہو کر ہمیشہ سکھ کے ساتھ رہو۔ کبھی باہم نفاق نہ کرو۔ اور سفر میں باہر جانے کے وقت یا اور کسی طرح باہم جدا نہ ہو۔ اسی طرح میری اشیرباد پا کر دھرم کی ترقی اور تمام دنیا کی بھلائی کرتے ہوئے میری بھگتی (اطاعت) میں مشغول ہو کر سکھ کے ساتھ عمر بسر کرو۔ اور اپنے گھر میں بیٹوں پوتوں کے ساتھ خوش رہو۔ اور ہر قسم کے انند کو حاصل کرو۔ اور ہمیشہ سچے دھرم پر قائم رہو“

اس میں مجھے کلام نہیں۔ کہ اس منتر میں کئی ایک اچھی نصائح موجود ہیں۔ مجھے اس وقت جس امر کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس منتر کی ایک نصیحت ہمیشہ کے لئے واجب العمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں موجودہ زمانہ کے لئے تکلیف مالایطاق ہے۔ وہ نصیحت یہ ہے۔ کہ وید میاں بیوی کو آگیا دیتا ہے۔ کہ ”وہ سفر میں باہر جانے کے وقت یا کسی اور طرح کبھی باہم جدا نہ ہوں“۔

یہ تعلیم ایسے وقتوں کے لئے تو ضروری ہو سکتی ہے۔ جب لوٹ مار اور پکڑ دھکڑ اور طوائف الملوکی کا زمانہ ہو۔ کیونکہ اس موقعہ پر مرد کا عورت سے علیحدہ ہونا نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ وید ابتدائے دنیا میں نازل ہوئے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر تو ایسی تعلیم کا ملنا وقتی ضرورت کے ماتحت قرین مصلحت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابتدائے آفرینش میں ممکن ہے۔ کہ تمدن اور معاشرت کے اعلیٰ اصول نہ جاننے کی وجہ سے ایک دوسرے کے حقوق کے پامال ہونے کا بہت زیادہ خطرہ ہو۔ اور ایسے حالات میں مرد کا کسی وقت بھی اپنی عورت سے جدا ہونا خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو لیکن موجودہ زمانہ میں جبکہ دنیا تمدن اور معاشرت میں ایک حد تک ترقی کر چکی ہے۔ وید کی اس آگیا پر پورے طور پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی شدید پابندی سے اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور خود انسان کی ذہنی ترقی اس حد تک ہو چکی ہے۔ کہ جب بھی کوئی خطرناک موقعہ ہو۔ ہر قوم کا آدمی خواہ وہ وید کے اس فرمان سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس موجودہ زمانہ میں اس تعلیم کی کوئی خاص ضرورت نظر نہیں آتی۔ ہاں اگر آریہ سماجی دوست وید کو دوامی نہیں بلکہ ایک وقتی الہامی کتاب مان لیں۔ تو پھر ہمیں اس حکم کے متعلق کسی نکتہ چینی کی ضرورت نہیں رہتی ورنہ موجودہ زمانہ کے تمدن و معاشرت کو مدنظر رکھ کر تو ہم یہ کہنے کے لئے مجبور ہیں۔ کہ یہ تعلیم ناقابل عمل ہے۔

مثلاً (۱) مثلاً اس تعلیم کی موجودگی میں ایک بنیا دوکان پر نہیں بیٹھ سکتا۔ جب تک وہ اپنے گھر میں ہی دوکان نہ لگائے۔ تا اسکی بیوی اس سے جدا نہ ہو۔

(۲) کوئی برہمن بچوں کو پاٹھ شالا میں پڑھانے کے لئے نہیں جا سکتا۔ جب تک اسکی بیوی ساتھ نہ ہو۔

(۳) کوئی کشتری فوجی خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ اسکی زوجہ مکرمہ مارچنگ کے وقت اس کے ساتھ نہ ہو۔

(۴) کوئی آدمی تعلیم کے لئے یا تجارت کے لئے یا دھرم پرچار کے لئے غیر ممالک میں نہیں جا سکتا۔ جب تک اسکی دھرم پتنی ساتھ نہ ہو۔

مگر کیا موجودہ زمانہ کا تمدن و معاشرت وید کی اس آگیا کی اس شدت سے پابندی کی ضرورت قرار دیتا ہے۔ جس شدت کی پابندی کی وید منتر میں تلقین کی گئی۔

میرے خیال میں تو سوامی جی مہاراج بھی اس زمانہ میں وید کی اس آگیا پر بشدت عمل کرنے کی ضرورت کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش میں بحوالہ منو دھرم شاستر ایک آگیا دی ہے۔ کہ:-

”بیاہتا عورت کا خاوند دھرم کی خاطر پردیس گیا ہو۔ تو آٹھ سال تک۔ علم اور شہرت کے لئے گیا ہو۔ تو چھ سال تک۔ دولت وغیرہ کمانے کی خواہش سے گیا ہو۔ تو وہ عورت تین برس تک راستہ دیکھ کر بعد ازاں نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ جب خاوند آوے۔ تب نیوگ شدہ خاوند کو ترک کر دے“۔ ستیارتھ پرکاش جنم شتابدی ایڈیشن صہ ۱۵۴۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ بقول سوامی جی مہاراج منو دھرم شاستر کے زمانہ سے ہی مرد کو اجازت ہے۔ کہ سفر میں عورت کو ساتھ نہ رکھے۔ خواہ وہ دھرم کی خاطر پردیس جائے خواہ علم و شہرت کی خاطر۔ اور خواہ دولت کمانے کی خاطر۔ گو سوامی جی کے فرمان کے مطابق اس عورت کو بعد میں ایک دوسرا نیوگی خاوند حصول اولاد کے لئے رکھ لینا چاہیئے۔ مگر درمیانی عرصہ جو علے الترتیب ۸ سال اور ۶ سال اور تین سال کا ہے۔ اس میں تو اس بے چاری کو ضرور اپنے پہلے خاوند کا راہ دیکھنا ہوگا۔ اس وقت تک تو وہ عورت اپنے پہلے اصلی خاوند یا دوسرے نیوگی خاوند کی رفاقت سے جدا ہی رہے گی۔ اور گو وید کے محولہ منتر پر عمل نہیں کر سکے گی۔ پھر اس کا نیوگی خاوند بھی ضروری نہیں۔ کہ ہر وقت سایہ کی طرح اس کے ساتھ ہی لگا رہے۔ اسے بھی بہرحال کاروبار کی وجہ سے سفر اور جدائی پیش آ سکتی ہے۔ پس سوامی جی نے کمال مہربانی سے خود ہمارے لئے راستہ صاف کر دیا ہے۔ کہ ہم وید کی اس تعلیم کے متعلق کہہ سکیں۔ کہ یہ دوامی نہیں۔ اور جب سوامی جی کی منو دھرم والی تعلیم نے بتا دیا۔ کہ وید کے اس منتر میں دوامی تعلیم بیان نہیں کی گئی۔ تو وید سوامی جی کے بیان کردہ معیار پر پورا نہ اترا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ اگر وید کی یہ تعلیم الہامی بھی تھی۔ تو کسی خاص وقت کے لئے تھی۔ نہ کہ دوامی۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصد تھا۔

ثنائی مشن

پھر وہی

اہلحدیث کا پنڈت

(از عبد الرحمن صاحب مبشر مولوی فاضل)

گذشتہ سے پیوستہ پرچے میں لائل پوری پنڈت کے اعتراض کا جواب دیا جا چکا ہے۔ اب ان کے مزید اعتراض کا جو انہوں نے اہلحدیث مجریہ ۱۲ جنوری میں کیا۔ جواب عرض کیا جاتا ہے پنڈت جی فرماتے ہیں:- ”آریہ سماج اور احمدیت میں دوسرا مشترکہ مسئلہ لیکن متنازعہ فیہ مسئلہ تناسخ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ اس مسئلہ میں بھی احمدی آریہ سماج اور قادیانی نبی یا لاہوری مجدد پنڈت لیکھرام جی سے متفق تھے“ اس کے ثبوت میں انہوں نے چار حوالے پیش کئے ہیں۔ دو اسلامی اصول کی فلاسفی میں سے جن میں حضور فرماتے ہیں۔ کہ مجرد روح کسی خوشحالی کو نہیں پا سکتی۔ اور اس کے لئے جسم کی رفاقت ہر حال میں ضروری ہے۔ موت کے بعد عارضی طور پر اگر جسم اس سے الگ بھی ہو جائے۔ لیکن عالم برزخ میں ایک مستعار جسم اپنے اعمال کا بدلہ چکھنے کے لئے ضرور ملتا ہے۔ ایک حوالہ نزول المسیح صہ ۳۷ کا دیا ہے۔ جس میں حضرت اقدس کی ایک رؤیا درج ہے۔ کہ حضور نے اپنے آپ کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا۔ جہاں چاروں طرف بن ہیں۔ جن میں بیل۔ گدھے۔ گھوڑے کتے۔ سؤر۔ بھیڑیے اونٹ وغیرہ ہر ایک قسم کے موجود ہیں۔ اور حضورؑ فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہ سب انسان ہیں۔ جو بدعملیوں سے ان صورتوں میں ہیں۔ اور ایک حوالہ احمدیت یعنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقۃ الاسلام کے صفحہ ۲۳۹ کا ہی جس میں لکھا ہے کہ "جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ زمانۂ قدر میں انسان کی نئی زندگی کے مناسب حال جسم اور روح تیار ہو گئے ہیں"۔ ان چاروں حوالوں سے پنڈت جی استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ تناسخ کے قائل تھے۔ سہ

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

ایک اصول:۔ پنڈت صاحب اور ان کے ہمنوا اہل حدیثوں کے سمجھانے کے لئے ایک اصول بیان کر دیتا ہوں۔ تاکہ انہیں آئندہ اعتراض کرتے وقت قدرے تامل اور تدبر کا موقعہ ملے اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے۔ واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ وابتغاء تاویلہ۔ پ ۳۔ یعنی جو لوگ اپنے دلوں میں کجی رکھتے ہیں۔ وہ متشابہ بات کی آڑ لیتے ہیں اور اپنی مطلب براری کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمیشہ محکمات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ مگر کج رفتار لوگ اپنی کجروی کے سہارے ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔ یہ قرآنی صداقت ہے۔ جو ہر مخالف حق کے فعل سے ہمیشہ اپنا جلوہ دکھاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ اب اس کا نظارہ پنڈت صاحب کے اعتراض کرنے سے سامنے آیا۔

پنڈت صاحب کو یہ معلوم ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے خادموں نے ان مسائل میں آریہ سماج کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور اب آریوں کا سارا زور ختم ہو چکا ہے۔ مگر کس قدر قابل تعجب بات ہے۔ کہ پنڈت صاحب ابھی اسی لکیر کو پیٹتے جا رہے ہیں۔ آریوں میں نہ اب دم ہی باقی ہے۔ اور نہ وہ شوریدہ سری جو کبھی ان کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی تھی۔ اسکی شہادت خود آریہ سماج کے بڑے بڑے ودوان دے چکے ہیں۔ کہ اب آریہ سماج مردہ ہو چکی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود اپنے "امام اسلام" مولوی ثناء اللہ صاحب ہی سے دریافت کر لو۔ کہ کیا انہوں نے آریہ سماج سے جس قدر مناظرے وغیرہ کئے ہیں۔ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور حضور کے علم کلام کی مدد سے نہیں کئے؟ اگر کچھ بھی ان کے دل میں خوفِ خدا ہے۔ تو وہ ضرور اس کی تصدیق کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مختلف کتابوں میں آریہ سماج کے ان غلط عقائد کی بڑے زور شور کے ساتھ تردیدیں کی ہیں۔ جو اصل اور محکم چیز ہیں۔ اختصاراً چند حوالجات پیش کرتا ہوں۔ حضور اپنی مشہور کتاب چشمۂ معرفت کے صفحہ ۵۰۹ و ۵۱۰ پر تناسخ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور وید کی تعلیم تناسخ یعنی جونوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ ہر ایک گناہ ایک خاص جون کو چاہتا ہے۔ کیونکہ پرمیشور تو گناہوں کی سزا میں اپنے ارادے کا کچھ دخل نہیں دیتا۔ اور ہر ایک گنہگار جو اپنے گناہ کی وجہ سے کسی خاص جون کو چاہتا ہے۔ وہی جون پرمیشر اسکو دیدیتا ہے۔ پس اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ سطح زمین پر جس قدر پرند۔ چرند۔ درند اور کیڑے مکوڑے ہیں۔ اسی قدر انسان کے گناہ بھی ہوں۔ مگر وید نے کوئی اسقدر لمبی چوڑی فہرست گناہوں کی پیش نہیں کی۔ اور **عقل سلیم تو خود اس خیال کو سراسر لغو اور بیہودہ اور خلاف واقعہ سمجھتی ہے**۔" پھر صفحہ ۱۱۵ پر فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو۔ کہ یہ ایک وید کا ایسا مسئلہ ہے۔ جس سے تمام وید جھوٹا ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ موجودہ وید کا تمام مدار اواگون یعنی جونوں پر ہے۔ اور اسی آواگون یعنی تناسخ کی رو سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ دنیا کے تمام چرند پرند درند اور تمام کیڑے مکوڑے انسان ہی ہیں۔ اور اسی آواگون کی رو سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ جاودانی مکتی غیر ممکن ہے۔ اور اسی آواگون کی رو سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ کسی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اور گناہ نہیں بخشے جاتے۔ اور اسی اواگون کی رو سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ روحوں کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ سب خدا کی طرح قدیم اور انادی ہیں۔ غرض تناسخ کا مسئلہ تمام وید کا خلاصہ ہے۔ اور یہ ایسا ستون ہے۔ جس کے سہارے سے تمام عقاید وید کے کھڑے ہیں۔ اور اس کے ٹوٹنے سے تمام اصول وید کے ٹوٹ جاتے ہیں۔"

پھر "سرمہ چشم آریہ" کے صفحہ ۱۴۸ پر فرماتے ہیں:۔

"ہاں اپنے ہی گناہوں کا آپ کو شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے آپ کو گؤوں کا دودھ پلایا گھوڑوں پر چڑھایا۔ غرض سب آپ کا کام بنایا اور سب کچھ کیا اور کرایا۔ حقیقت میں اس مسئلہ تناسخ نے آپ کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا۔ اگر اس سے کچھ نقصان پہنچا۔ تو بس یہی کہ ایک تو پرمیشر ہاتھ سے گیا۔ اور دوسرا حلال حرام کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔" پھر آپ ماسٹر مرلیدھر کو مخاطب کرتے ہوئے صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ پر فرماتے ہیں:۔

"اور آپ یاد رکھیں۔ کہ آپ کی ساری باتیں فضول اور دعوےٰ ہیں۔ ورنہ وید تو خالق اور مخلوق میں بھی فرق نہیں کر سکا۔ پھر دوسری صداقتیں کیا بیان کرے گا۔ ایک وید کا دعویٰ تناسخ ہی نہ دیکھیں۔ یعنی جونوں کا مسئلہ۔ کہ کس قدر مخالف طبعی و طبابت و ہیئت ہے۔ بموجب قرارداد وید کے جو لوگ نہایت درجہ کے ذلیل گناہ کرتے ہیں۔ وہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض بنتے ہیں۔ اور انسان کی جون انہیں کو ملتی ہے۔ جن کا گناہ کچھ خفیف ہو۔ اب ایک محقق عقلمند سوچ سکتا ہے۔ کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی۔ تو اس سے لازم آتا۔ کہ کیڑوں مکوڑوں کا کثرت سے پیدا ہونا ہمیشہ کثرت گناہوں کے تابع ہو۔ حالانکہ یہ بات بہداہت نظر سراسر باطل معلوم ہوتی ہے۔"

تناسخ کی تعریف

ایسی زبردست تردید کے ہوتے ہوئے جو اختصاراً میں نے پیش کی ہے۔ کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ حضور تناسخ کے قائل تھے۔ یا احمدیت آریہ سماج بن گئی۔ پھر جو حوالجات پنڈت جی نے پیش کئے ہیں۔ اگر انہیں تناسخ کی تعریف معلوم ہوتی۔ تو کبھی نہ کرتے۔ تناسخ یہ ہے۔ کہ انسانوں کا اپنے گناہوں کی پاداش میں مختلف جونوں میں بار بار دنیا میں آتے رہنا۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ اور ان کے پیشکردہ حوالجات سے ایسا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں تو یہ ہے۔ کہ جب انسانی روح بدن سے خارج ہوتی ہے۔ تو جزا و سزا بھگتنے کے لئے اللہ تعالیٰ اسے ایک جسم ضرور عطا کرتا ہے۔ نہ یہ کہ ایسے جسم بار بار اسے ملتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں کتے۔ بلے۔ بندر۔ سؤر وغیرہ بن کر آتی رہتی ہے۔ سہ

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

آپ جیسے عقل کے دھنیوں نے قرآن کریم سے بھی تناسخ کا استدلال کیا ہے۔ مثلاً "کونوا قردۃ خاسئین" (ہو جاؤ ذلیل بندر) سے آریہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ دیکھو جون بدل گئی نیا جامہ مل گیا۔ اسی لئے تناسخ ثابت ہے۔ اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ خود تمہارے اسلام کے امام مولوی ثناء اللہ صاحب بھی مانتے ہیں۔ کہ وہ فی الواقعہ بندر بن گئے تھے۔ اگر انکار کریں۔ تو ابھی ان کے لئے مکہ سے فتویٰ آیا۔ کہ "انہ قد خرج عن الاسلام" اگر اعتراض کرنا ہے۔ تو ان پر کرو۔ نہ کہ احمدیت پر جن کی ایک ہی چوٹ سے آریہ سماج کے قصر میں تزلزل پڑا ہوا ہے۔ حضور کا جو کشف تم نے پیش کیا ہے۔ اس پر بھی تعریف تناسخ عاید نہیں ہوتی۔ وہاں تو حضور ع نے طاعون کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنی رؤیا کا ذکر کیا۔ جس سے صرف اتنا بتانا مقصود تھا۔ کہ لوگ عموماً بد اعمالیوں میں گرفتار ہیں۔ اور جانور صفت بن گئے ہیں۔ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل خود قرآنی صداقت ہے۔ لہذا انہیں طاعون برباد کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ نہ یہ کہ حضور نے یہ بیان کیا ہو۔ کہ میں نے کشف میں دیکھا۔ کہ انسان بار بار حیوان بن کر آتے ہیں۔ اور دنیا کا سلسلہ آواگون ہے۔ پس ذرا سوچ سمجھ کر اعتراض کیا کرو۔ ورنہ بجز ندامت اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

دوسرا اعتراض پنڈت صاحب نے یہ بھی کیا ہے۔ کہ چونکہ حضور نے وید کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور جو کچھ اسکی تعلیم میں غلطیاں ہیں۔ وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں۔ بلخص بس لئے آپ وید کو کلام الٰہی مان کر آریہ سماج سے متفق ہو گئے۔ اور اس طرح احمدیت آریہ سماج بن گئی۔ پنڈت جی نے یہ استدلال کر کے کمال ہی کر دکھایا۔ گویا ان کے نزدیک اگر کسی کتاب کو کوئی خدا کی طرف سے مان لے۔ تو وہ پھر اس کتاب کے پیروؤں کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مولوی ثناء اللہ صاحب جو ان کے اسلام کے امام ہیں اور دوسرے لوگ جو انجیل کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ وہ عیسائی بن گئے۔ اور توریت کو کلام الٰہی سمجھنے پر یہودی بن گئے۔ زرتشت نبی کی تعلیم کو منجانب اللہ سمجھنے پر زرتشتی بن گئے۔ کرشن اور رامچندر جی مہاراج کو نبی مان کر ہندو بن گئے۔ اور گورو بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو خدا کا بزرگ مان کر سکھ بن گئے وغیرہ ذالک۔

پنڈت جی کو اپنا یہ استدلال خوب شائع کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہر مذہب والا اس دلیل کی رو سے جس کو چاہے یہودی۔ عیسائی۔ زرتشتی ہندو سکھ جو چاہے بنا سکے۔ اور پنڈت جی کی واہ واہ ہو۔ بندۂ خدا جب حضرت مسیح موعود ع بار بار فرماتے ہیں۔ کہ وید قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور موجودہ زمانہ کے لئے وید قابل عمل نہیں۔ ناقص تعلیم کا حامل ہے۔ جیسا کہ حضور ع فرماتے ہیں:۔

"اب ہم اپنی پہلی کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں۔ کہ وید برکات روحانیہ اور محبت الٰہیہ تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے۔ اور کیونکر قاصر و عاجز نہ ہو۔ وہ وسائل جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یعنے طریقہ خداشناسی و معرفت اوامر الٰہی و بجا آوری اعمال صالحہ و تحصیل اخلاق مرضیہ و تزکیہ نفس رذائل نفسیہ ان سب معارف کے صحیح اور حق طور پر بیان کرنے سے وید بکلی محروم ہیں۔ کیا کوئی آریہ صفحۂ زمین پر ہے۔ کہ ہمارے مقابل پر ان امور میں وید کا قرآن شریف سے مقابلہ کر دکھلاوے۔ اگر کوئی زندہ ہو۔ تو ہمیں اطلاع دے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۱ و ۲۱۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر چشمۂ معرفت کے صفحہ ۱۲۸ پر فرماتے ہیں:۔

"اس شخص کو اس بات کے کہنے سے حیا نہیں آئی۔ کہ وید کا نام مکمل کتاب رکھتا ہے۔ حالانکہ وید کی رو سے پرمیشر کا ہی کچھ پتہ نہیں۔ کہ ہے یا نہیں"۔ اور وید کو حضور کا کلام الٰہی ماننا والذین یومنون بما انزل الیک من ربک وما انزل من قبلک کی بنا پر ہے۔ اور یہ ماننا اس اصل وید کا ہے۔ جس میں خلاف عقل کوئی بات نہ ہو۔ جو پرمیشر کی ذات پر پکشپات اور بخل کا داغ نہ لگاتی ہو۔ اور ایسے وید کی غلطیاں وید کے بھاشکاروں کی ہوں۔ نہ کہ وید کی۔ اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ وید کو کلام الٰہی ماننا ایسا ہی ہے۔ جیسے ہم عیسائیوں کی توریت و انجیل کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم موجودہ وقت میں بھی اسے قابل عمل سمجھتے ہوں۔ اسی طرح ہم وید کو سمجھتے ہیں۔ اصل تعلیم جس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوحؑ کے صفحہ ۱۳ پر جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم"۔ اس لئے میری بھی پنڈت صاحب سے یہی التماس ہے۔ کہ وہ اسلام کی شرن میں آکر نجات حقیقی کے وارث ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جاپان کی ترقی کا راز

جاپان سے ہم بہت اہم سبق حاصل کر سکتے ہیں ازانجملہ ایک یہ امر نہایت قابل غور و تقلید ہے۔ کہ اگرچہ جاپانی دوسری اقوام سے ہمیشہ سیکھنے کو تیار و آمادہ ہیں۔ مگر وہ محض نقل پر ہی کفایت نہیں کرتے۔ بلکہ ہر چیز کو اصلاح و ترمیم کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔ محض نقل سے ہم بہت فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نقل اکثر ہماری نیچر میں جڑ نہیں پکڑتی۔ بلکہ ہم سے باہر رہتی ہے۔ حقیقی طاقت اسی چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ جو ہمارے اندر سے طبعی طور پر نکلے۔ محض نقل کر کے مختلف قسم کے کارخانے بنا لینا یا طرح طرح کی کلوں کو غیر ممالک سے لا کر ملک میں جاری کر دینا ہمیں دائمی فائدہ نہیں دے سکتا۔ نہ ہم بہت عرصے تک مقابلے کے میدان میں جیت سکتے ہیں۔ ضروری امر یہ ہے۔ کہ ہم جو کام شروع کرتے ہیں۔ اس کے اصول و حقیقت سے پوری واقفیت حاصل کریں۔ جو کلیں ہم جاری کرتے ہیں۔ نہ صرف انہیں خود بنا سکیں۔ بلکہ ان میں اصلاح و درستی کر کے اُن سے موجودہ سے بھی بڑھ کر کام لے سکیں۔ ورنہ اس دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ ہم کو علوم و فنون کا بڑے شوق و محنت سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور جگہ جگہ عملی تجربات کے لئے وسائل مہیا کرنے چاہئیں۔ تاکہ ہم اپنے ملک کی معدنیات کو دریافت کر سکیں۔ اور اسکی پیداوار میں ترقی کر سکیں۔ اگر کپڑے کے کارخانے جاری کریں۔ تو ساتھ ہی اس کے روئی کی کاشت کے متعلق بھی بہترین تدابیر سوچ سکیں۔ الغرض جو کچھ ہو۔ ہر پہلو سے ہو۔ محض بیرونی نقل یا ادھوری کوشش و ہمت سے نہ ہو۔ تب ہم یقینی طور پر ترقی کے میدان میں قدم مار کر برابر بڑھے جائیں گے۔ اور اپنے ملک کو دیگر ممالک کے درمیان ایک اعلیٰ پایہ پر پہنچا سکیں گے تب ہم کو یہ سوال کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ کہ کیوں آسٹریلیا میں جانے سے ہندوستانیوں کو روکا جاتا ہے۔ اور کیوں ٹرنسوال میں ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی جاتی۔ جو قوم اپنے ملک میں پستی میں پڑی ہے۔ وہ دوسروں سے کب عزت کی طالب ہو سکتی ہے۔ اہل جاپان کی یورپ والوں نے کب عزت کی۔ جبکہ انہوں نے اپنے کو عزت کے قابل ثابت کر دکھایا۔ اسی طرح جب ہم عزت کے قابل ہوں گے۔ لوگ خود ہماری عزت کریں گے۔ اور جن حقوق کے لئے ہم روتے ہیں۔ اور نہیں ملتے۔ وہ خود بخود ہم کو حاصل ہو جائیں گے۔

وہ کیا ہے جو ہندوستان میں نہیں

شاید یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے۔ کہ اہل ہند اپنی ضرورتوں کے لئے کسی غیر ملک کے محتاج نہیں ہیں۔ ہر طرح کی پیداوار قسم قسم کی معدنیات ہر ایک موسم اور ہر ایک قسم کا قدرتی نظارہ یہاں موجود ہے۔ آدمی بھی ہر طرح اور ہر درجے کے موجود ہیں۔ اعلےٰ سے اعلےٰ دل و دماغ والے اور ادنےٰ سے ادنےٰ جسمانی محنت کرنے والے اگر نہیں ہے تو ہمت نہیں۔ استقلال نہیں۔ اتفاق نہیں۔ حب الوطنی نہیں۔ راستبازی نہیں۔ جب یہ پیدا ہو جائیں گے۔ سب کچھ موجود ہو جائے گا۔ اس لئے ہر ایک بہی خواہ قوم کی یہ خواہش ہونی چاہیئے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ تعلیم سے۔ نمونے سے ان اوصاف کو ملک میں رواج دے۔ لوگ مذہبی اور قومی منافرت کو نظر انداز کرنا سیکھیں خود غرضی کو دور کریں۔ اور سب کے سب مل کر ایک ہی مشترک غرض یعنی ملکی ترقی کو اپنا شعار بنائیں۔ اور اس کے حصول میں جان تک سے بھی دریغ نہ کریں۔ اپنے بھائیوں کی محض اس لئے کہ وہ انسان اور ہمارے ہموطن ہیں عزت کریں۔ تب اس ملک کے دن پھریں گے۔ جب تک ہر ایک قوم اور ہر ایک فرقہ محض اپنی اپنی ترقی کی فکر میں ہیں۔ یقین جانیں۔ کہ وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ملک کی ترقی تمام اہل ملک کی ترقی میں ہے۔ نہ کہ اس کے ایک جُز کی +

یورپ کا زمانہ جاہلیت

اس وقت یورپ۔ ایشیا ہر جگہ قانون کی دسترس صرف انسانوں تک ہے۔ اور جانور اس سے مستثنےٰ سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں جانوروں کے خلاف بھی بالکل اسی طرح مقدمے چلائے جاتے تھے۔ جس طرح انسانوں کے خلاف دائر کئے جاتے ہیں۔ باقاعدہ استغاثہ کیا جاتا تھا۔ شہادت طلب ہوتی تھی۔ جانور گرفتار کر کے قید و بند میں ڈالا جاتا تھا۔ اور اس کے خلاف یا موافق فیصلہ صادر کیا جاتا تھا۔

سنہ ۱۱۲۰ء اور سنہ ۱۷۴۱ء کے درمیان فرانس میں ۹۲ جانوروں کے خلاف فیصلے صادر کئے گئے۔ اور ان کو قتل کی سزا دی گئی۔ ایک کسان کو کسی بیل نے اتنا زخمی کر دیا۔ کہ وہ مر گیا مقتول کے ورثاء نے اس بیل کے خلاف مقدمہ چلایا اور عدالت سے حکم صادر ہوا۔ کہ جلسۂ عام میں اسکو پھانسی دی جائے۔ اسی طرح سنہ ۱۴۹۹ء میں ۱۴ سال کے ایک لڑکے کو کسی بیل نے مار ڈالا اور اسکو بھی پھانسی کی سزا دی گئی۔ پھر یہ رواج صرف فرانس ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ دیگر مغربی سلطنتوں میں بھی پایا جاتا تھا۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ رواج صرف اس خیال کی بناء پر قائم ہوا تھا۔ کہ ایک جانور اسی وقت ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ کہ جب اس کے اندر کوئی عفریت حلول کر جاتا ہے۔ اور یہ سزا فی الحقیقت جانور کو نہیں۔ بلکہ اسکی عفریت کو دی جاتی ہے۔ جو اس کے خون میں دوڑ رہا ہے۔

چنانچہ امریکہ کے کسی شخص کے پاس ایک سؤر تھا۔ جسے اس نے سدھار کر بہت سے کھیل اور تماشے کرنا سکھایا تھا۔ یہ شخص اطراف ملک کا دورہ کیا کرتا تھا۔ اور تماشا دکھا دکھا کر لوگوں سے انعام وصول کیا کرتا تھا۔ جب یہ شخص شہر ہوانا میں پہنچا۔ تو یہ خیال کیا گیا۔ کہ ضرور اس کے اندر کوئی عفریت کام کرتا ہے۔ اور آخر کار اس کے خلاف مقدمہ چلا کر اسے ہلاک کر دیا گیا۔

سنہ ۱۴۷۴ء سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل میں ایک مرغ نے انڈا دیا۔ اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور حاکم نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔ کہ ضرور اس مرغ کے اندر عفریت پایا جاتا ہے۔ اس لئے مجمع عام میں اسکو جلا دیا جائے۔

ایسے تمام جانور دوران مقدمہ میں حوالات کے اندر رکھے جاتے تھے۔ اور جو صرف ان کے خلاف مقدمہ چلانے میں ہوتا تھا۔ اسے درج کاغذات کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۳۹۴ء کے کچھ کاغذات جو حال ہی میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سؤر کے خلاف مقدمہ چلانے اس کو غذا دینے اور جلاد کو اجرت دینے میں کیا صرف ہوا۔

ان مقدموں میں سب سے زیادہ مشہور مقدمہ وہ ہے۔ جو سانٹ جولیاں کے باشندوں نے چوہوں کے خلاف دائر کیا تھا۔ اور جو ۴۳ سال تک چلتا رہا چوہوں کا وکیل مارٹولیوشاسنی تھا۔ جو فرانس کی تاریخ عدلیات میں غیر معمولی شہرت رکھتا تھا۔

جس وقت چوہوں کے خلاف استغاثہ دائر کیا تو حاکم نے ملزموں کی حاضری کا حکم دیا۔ تاریخ مقررہ پر چوہوں کے وکیل نے عذر کیا۔ کہ ملزمین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور کافی اعلان تاریخ مقررہ کا نہیں ہوا۔ اس لئے وہ حاضر نہیں ہو سکے۔ عدالت نے اس عذر کو معقول سمجھ کر دوبارہ نہایت وسیع پیمانہ پر اعلان کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری تاریخ سماعت مقدمہ کی مقرر کی۔ جب اس تاریخ پر چوہے حاضر نہ ہوئے۔ تو ان کے وکیل نے کہا۔ کہ بہت سے مدعیوں نے اپنے اپنے کھیتوں میں بلیاں پال رکھی ہیں۔ اس لئے اس کے مؤکل جان کے خطرہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس پر مہینوں تک بحث رہی۔ کہ آیا قانوناً مدعیوں کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ وہ ملزمین کی ہلاکت کے لئے بااختیار خود یہ طریقہ اختیار کریں۔ الغرض جب تاریخ مقررہ آتی تھی۔ تو چوہوں کا وکیل اس طرح کا کوئی عذر پیش کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ۴۳ سال تک یہ کارروائی جاری رہی۔ (ماخوذ)

فاروق میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلافت جوبلی فنڈ کے متعلق ایڈیٹر پیغام کی لغوگوئی پر

پیغام کے معزز دوست کی حیرانگی اور تعجب خیزی

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ۸ جنوری ۳۸ء کے "پیغام صلح" کے صفحہ ۵ اور ۶ پر "قادیانی پیر پرستوں کا نیا کارنامہ" اور "دین کی ضروریات سے بے اعتنائی" کے عنوان دیکھکر میری حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حیرانگی اس لئے نہیں۔ کہ یہ کارنامہ عجیب ہے۔ اور اس سے ضروریات دین سے بے اعتنائی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ تین لاکھ روپے کے جمع کرنے کی تجویز پر نتائج اخذ کرنے اور رائے زنی کرنے کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے۔ وہ تعجب خیز ہے۔ دو اور دو چار کی تردید ہم اگر محض اس لئے کریں۔ کہ وہ کسی ایسے شخص کی زبان سے نکلا ہے جس سے ہمیں بعض عقائد میں اختلاف ہے۔ تو جناب خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ یہ کہاں تک موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے۔ جبکہ میں آپ کی اس رائے زنی سے اختلاف کرتا ہوں۔ تو میرا ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ کہ آپ نے اپنے ضمیر کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے۔ بلکہ اس لئے ہے۔ کہ رائے زنی واقعات کے خلاف ہے۔ اور مجھے معاف فرمایا جائے۔ اگر میں یہ کہدوں کہ اختلاف عقائد سے مخالفانہ ذہنیت نادانستہ طور پر بعض اوقات ایسی انتہا پر پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ دانستہ یا نادانستہ اثر پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اور لکھنے والے کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ وہ کس انداز میں کس قسم کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس پر اگر انسان اطمینان و سکون اور ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ تو اسے اپنی رائے کو تبدیل کر دینے کی ضرورت لازماً محسوس ہوا کرتی ہے۔ اب اصل معاملہ کو لیجئے۔ اور اس پر تمام اختلافات سے قطع نظر کر کے غور فرمائیے۔ تو میرا خیال ہے۔ کہ آپ کا قلب بھی اس تحریک کی اولوالعزمی پر تعریف کے جذبات سے لبریز ہو جائے گا۔ ہمارے سامنے "یوم اقبال" کے متعلق سر سکندر حیات خاں صاحب کی تجویز کہ ایک معقول رقم سر اقبال کی خدمت میں ان کی یادگار میں پیش کی جائے موجود ہے۔ اب اگر کوئی شخص محض اس امر کو مدنظر رکھ کر اعتراضات شروع کر دیتا۔ تو ایک سربلند قصر اس سے تعمیر ہو سکتا تھا۔ مگر آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا۔ کہ سر اقبال نے اس تجویز کو کس خوبصورتی سے قبول کیا۔ اور اس روپے کو جو جمع ہونے والا تھا۔ اسلامک ریسرچ کے لئے وقف کر دیا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سر سکندر کی یہ تجویز "شعرا پرستی کا نیا کارنامہ" تھی۔ یا یہ دین کی ضروریات سے بے اعتنائی تھی۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں۔ کہ آپ ذرا خلیفہ صاحب کی رائے تو اس کے متعلق سن لیتے۔ کیا آپ کے خیال میں یہ ہے۔ کہ وہ اس رقم کو اپنے ذاتی خرچ کے لئے وقف کر دیں گے۔ کیا یہ نہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ اس رقم کو تبلیغ اسلام پر ہی کلیۃً صرف کر دیتے۔ جو مقاصد اس مجوزہ رقم کے متعلق آپ کے ذہن میں ہے۔ اور جن کو آپ خود اختلاف عقائد کے باوجود دلی مسرت سے دیکھتے ہیں۔ کیا معلوم ہے۔ کہ ان سے بھی بہتر مقاصد پر اس روپیہ کو خلیفہ صاحب صرف کریں۔ بہرکیف موصوف کی رائے یا جواب کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ مجھے حیرت ہے۔ کہ قبل از وقت رائے قائم کرنے میں جلد بازی سے کام لیا گیا ہے۔ براہ عنایت اس پر مکرر غور فرمائیے گا۔ اور پھر دیکھئے گا۔ کہ اس قدر رقم کا وعدہ کرنے یا اسکی تحریک کرنے میں کس ایثار اور اخلاص سے کام لیا گیا ہے۔

(سید عبدالمجید از کپورتھلہ)

(پیغام)

توہین مسجد کا ایک عجیب مقدمہ

پنجاب میں ایک قصبہ شرقپور ہے۔ جہاں ایک مسجد کا مقدمہ ہے۔ بنا مقدمہ یہ ہے۔ کہ مسجد کی دیوار پر "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" لکھا تھا۔ اسے ایک شخص نے مٹا دیا۔ اس پر توہین مسجد اور دل آزاری نمازیاں کا مقدمہ قائم ہوا۔ ملزم کا بیان ہے۔ کہ یہ جملہ قرآن۔ حدیث بلکہ کتب فقہ میں بھی نہیں ہے۔ اس لئے قابل محو ہے۔ عدالت نے ملزم پر فرد جرم لگا دیا ہے صفائی میں سرکردہ علماء احناف لکھائے گئے ہیں۔

تحریک

فاروق کے خریدار بن کر اپنے قومی پریس کو مضبوط کرنا آپ کا قومی فرض ہے

گوند سازی

ہندوستان کے جنگلوں میں گوند اور رال بڑی کثرت سے دستیاب ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ ان کی صنعت کا ہندوستان میں کسی بڑے پیمانہ پر انتظام نہیں ہے۔ اس لئے فراہمی بھی بڑے پیمانہ پر نہیں ہوتی۔ گوند اور رال میں بڑا فرق ہے۔ گوند بعض درختوں اور پودوں سے رستا ہے۔ اور بیرونی فضا میں نمودار ہونے کے بعد ہوا سے ٹھنڈا ہو کر سخت ہو جاتا ہے۔ اس کے خلاف رال ایک نباتاتی مادے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ٹھوس ہوتی ہے۔ کسی قدر چمک بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ اور رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ گوند اور رال میں ایک نمایاں فرق یہ ہے۔ کہ رال خاصیتاً ٹھوس ہے۔ اور گوند پلپلا۔ اس کے علاوہ گوند پانی میں گھل جاتا ہے۔ مگر رال کو گھلانے کے لئے الکحل کی ضرورت پڑتی ہے۔ پرنٹنگ۔ پینٹنگ۔ اور روشنائی سازی اور دوا سازی آدی صنعتوں میں گوند اور رال کثرت سے استعمال ہوتی ہے فرنیچر کی وارنش میں بھی رال پڑتی ہے۔ گوند کی قسموں میں سے ببول کا گوند ہندوستان میں بہت مشہور ہے۔ اگر درخت کی عمر بڑی ہو۔ تو ببول کے گوند کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اور اگر اسکی عمر زیادہ نہ ہو۔ تو گوند کا رنگ سرخی مائل بھورا ہوتا ہے۔ ببول ویسے تو تمام ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے۔ مگر سندھ برار اور احاطہ بمبئی کے بعض حصوں میں بہت کثرت سے ملتا ہے۔ بمبئی میں یہ گوند امراوتی گوند کے نام سے بکتا ہے۔

کنارا اور مالابار اور ٹراونکور کے علاقوں میں ایک درخت ہے۔ جس کا گوند ڈاکٹروں کو بہت مرغوب ہے۔ یہ سورج کے مقابل خوب لال کی طرح دمکتا ہے بنگال میں بائیل کا درخت بھی گوند دیتا ہے۔ یہ بھی اہل طب کے کام میں آتا ہے۔ اس درخت کے پھل میں ایک گوند کی قسم کا مادہ پایا جاتا ہے۔ جب اس مادے کو چونے میں ایک خاص تناسب سے آمیزش دے دیتے ہیں۔ تو مرکب سیمنٹ بن جاتا ہے اس سیمنٹ میں پانی کو روکنے اور اس کے اثرات کو برداشت کرنے کی زبردست طاقت ہے۔ اس لئے تعمیرات میں اسی کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ تصویر پر وارنش کرنے یا واٹر کلر تصویروں میں چمک پیدا کرنے کے لئے بھی یہ گوند استعمال کیا جاتا ہے۔ ماہرین صنعت کا اندازہ ہے۔ کہ اگر بیرونی ممالک میں اس کا مناسب پروپیگنڈا کیا جائے۔ تو کافی مفید تجارت ثابت ہو سکتا ہے۔ (پرکاش)

رسالہ المبشر

(۱) یہ واحد علمی و ادبی مجلّہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے شائع ہوتا ہے۔
(۲) اس میں عام رسائل کی طرح مخرب اخلاق اور حیا سوز غزلیں شائع نہیں ہوتیں۔
(۳) یہ رسالہ نظارت تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ منظور کردہ ہے۔
(۴) سالانہ قیمت صرف دو روپے۔ مصدقہ طلباء سے صرف ڈیڑھ روپیہ۔
(۵) عید "قربان نمبر" شائع ہو گیا ہے۔ صرف ۳ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کیجئے۔

مینیجر رسالہ المبشر
قادیان (پنجاب)

آنیوالی مصیبتوں کا سدباب

زنانہ مردانہ فائدہ ہوگا۔ آزمائش شرط

احباب! بنی نوع کی فلاح و بہبودی کے لئے چند ماہرین طب نے مل کر کچھ اکسیریں تیار کی ہیں۔ جو امراض مخصوصہ مردمان و زنان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر مریض کو جہنم کی زندگی سے نجات بخشتی ہیں۔ اس لئے سوسائٹی ماہرین طب نے ہر مزاج اور طبیعت کے مطابق جداگانہ نسخہ جات تیار کئے ہیں۔ حالات آنے پر علاج کیا جاتا ہے۔ اور قدرتی علاج کے طریق بھی بتائے جاتے ہیں۔

(۱) **شیر افگن**۔ یہ اکسیر اپنے اثرات میں بےمثال ہے۔ جو ضعف باہ۔ سستی۔ نامردی کا واحد علاج ہے۔ نہایت کامیاب دوا ہے۔ قیمت ۳ روپے
(۲) **سلطان المحبوب**۔ جس کے خاص اجزاء مروارید۔ سونا۔ مشک۔ یاقوت۔ عنبر۔ فولاد ہیں سست رگ و پٹھوں کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ مقوی باہ۔ مولد خون و مادہ رنگ نکھارتی ہے۔ قیمت للعہ ر
(۳) **سفوف جواہر والا**۔ یہ سفوف ہر مزاج کے مطابق چار قسم کا تیار کیا گیا ہے۔ مولد مادہ و خون مغلظ۔ ممسک بیشتہی۔ قبض کشا۔ جریان احتلام کو دنوں میں دور کرتا ہے۔ دس تولے قیمت عہ ر۔
وہ دوست جن کو ہماری مجربات کے باقاعدہ استعمال سے فائدہ نہ ہو۔ وہ دوسری خوراک حاصل کر سکتے ہیں موجدان پائیلیکسی پلز نے ایجنسی ہمیں دیدی ہے احباب بواسیر کی بیماری سے نجات حاصل کریں قیمت ۱ مقامی اور غیر مقامی دوست تمام حالات و ادویات کے متعلق ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

دی مینیجنگ ڈائرکٹر دی ایشیاٹک سکشول سوسائٹی قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

نجیب آباد (یو پی) میں ایک عورت نے اپنے خاوند کو سینما دیکھنے سے روکا۔ کیونکہ باوجود انتہائی غربت کے وہ سینما دیکھنے سے باز نہ آتا تھا۔ ایک دن وہ سینما جانے کو تیار ہوا۔ بیوی نے منع کیا۔ اور کہا۔ کہ جن پیسوں سے سینما دیکھنے جا رہے ہو۔ انہی کا دال آٹا لاؤ۔ لیکن اس کے سر پر بھوت سوار تھا۔ وہ چلا گیا۔ جانیکے بعد بیوی نے تنگ آکر کنوئیں میں گر کر جان دے دی۔

—— مہاراجہ فرید کوٹ نے اعلان کیا تھا۔ کہ جو ہندو بیوہ سے شادی کریگا۔ اسے پچاس روپے انعام دیا جائیگا۔ ہندو بیوگان سے شادی کے رواج کو عام بنانے کے لئے یہ ایک مؤثر طریقہ تھا۔ سننے میں آیا ہے۔ کہ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا ہے۔ اور دیہاتی ہندو اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے ہندو بیوگان سے شادی کرنے کی جھجک کو چھوڑ رہے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کی یہ جدّت طرازی قابل داد ہے۔

قاہرہ - ۱۴ر جنوری۔ محمدؐ کامل بک وزیر صحت عامہ نے ایک کمیٹی کی تشکیل کا حکم دیا ہے اس کمیٹی کا فرض یہ ہوگا۔ کہ مفلس۔ غریب۔ اور کم استطاعت لوگوں کے بارے میں حکومت کے سامنے ایسی مفید سفارشات پیش کرے جن سے ان بیچاروں کو اپنی زندگی سے لطف اندوز ہونے اور زندہ رہنے کا صحیح فائدہ اٹھانے کا موقعہ مل سکے۔ کمیٹی ان کے لئے غذا لباس اور صحت بخش مکانات مہیا کرنے کے امکانات اور صورتوں کے متعلق اپنی تجاویز پیش کرے گی۔ وزارت نے غریب ماں باپ کے بچوں کی پرورش کے لئے خاص انتظامات کرنے کی طرف اپنے اعلان میں اشارہ کیا ہے۔

قاہرہ - ۳۱ر جنوری۔ یہاں ایک ہیجان خیز اطلاع کا انکشاف ہوا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ جاپانی حکام ایک اسلامی سلطنت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو اس چینی سرزمین پر مشتمل ہوگی جس کو جاپانیوں نے اس وقت تک فتح کر لیا ہے۔ اور جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔

ٹوکیو۔ یکم فروری۔ حکومت جاپان نے اپنے مالی خسارا کو پورا کرنے کیلئے جنگی تمسکات جاری کر دیئے ہیں۔ ان تمسکات کے عوض پونے دو کروڑ قرضہ اٹھایا جائیگا۔ اس سے پہلے اسقدر رقم ٹیکس بڑھا کر حاصل کرنے کی تجویز منظور ہو چکی ہے۔

لاہور۔ ۸ر فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ حکومت پنجاب کی تجویز پر لاہور ہائیکورٹ نے تمام عدالتوں کو ہدایات جاری کی ہیں۔ کہ وہ سمنوں میں ملزموں یا گواہوں کو "تم" کی بجائے "آپ" کے لفظ سے مخاطب کیا کریں۔ پرانے فارم ختم ہو چکے ہیں۔ اب جو نئے فارم مستعمل ہونگے۔ ان میں مذکورہ بالا ترمیم کر دی گئی ہے۔

کانگڑہ۔ ۸ر فروری۔ گذشتہ ہفتہ وادئ کانگڑہ میں متواتر ۱۹ گھنٹے بارش ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ پالم پور اور نگروٹا کے سٹیشنوں کے درمیان ڈاک گاڑی ۳۳۲ ڈاؤن اور گولٹ اور کانگڑہ کے درمیان ڈاک گاڑی ۳۳۳ پٹڑی سے اتر گئی۔

واردھا گنج۔ ۵ر فروری۔ آج کانگرس ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا۔ کہ ان تمام سیاسی قیدیوں کو جو بھوک ہڑتال کئے ہوئے ہیں۔ تاریں دے کر ان سے اپیل کی جائے۔ کہ وہ بھوک ہڑتال کو فوراً ختم کر دیں۔ آج پنڈت جواہر لال نہرو۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے کانگرسی لیڈروں نے گاندھی جی سے فرقہ وار مسئلہ پر گفتگو کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے گاندھی جی کے سامنے مسلمانوں کے افکار و خیالات کی وضاحت کی۔ بالآخر فیصلہ کیا گیا۔ کہ پنڈت جواہر لال نہرو مسٹر محمدؐ علی جناح کو خط لکھ کر ان سے دریافت کریں۔ کہ مسلم لیگ کے کیا مطالبات ہیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ گاندھی جی بھی اس نوع کا ایک خط مسٹر جناح کے نام ارسال کریں گے۔

ہری پور۔ ۴ر فروری۔ ڈاکٹر خانصاحب نے ہری پور میں ایک مجمع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ حکومت سرحد نے انعام خوروں اور ذیل داروں کو یکم فروری سے علیحدہ کر دیا ہے۔

ٹوکیو۔ ۵ر فروری۔ گورنمنٹ جاپان کی طرف سے پارلیمنٹ میں اس امر کا اعلان کیا گیا۔ کہ چین کی جنگ میں جاپان کے قریباً ۴ ہزار سپاہی کام آئے

سنگاپور۔ ۵ر فروری۔ سنگاپور میں ۲ کروڑ پونڈ کے مصارف اور چودہ سال کی مساعی کے بعد ایک بہت مضبوط بحری اور ہوائی مستقر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس ماہ اس کا افتتاح عمل میں لایا جائیگا۔ مقامی حکام سنگاپور کی دفاعی طاقت کے متعلق رازداری سے کام لے رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط بحری مستقر ہے۔

کالم مستورات

عورت

دل میں صناعِ ازل کے ایک دن آیا خیال
اہلِ دنیا کو دکھائے اپنی قدرت کے کمال
آب و گِل کو دلبری کا اِک نیا انداز دے
پیکرِ بے بال و پر کو طاقتِ پرواز دے
یہ خیال آتے ہی قدرت ہو گئی مصروفِ کار
چاند سے سیمیں شعاعیں چند مانگیں مستعار
اخذ کی قدرت نے حرارت مہر پر تنویر سے
کجروی تھوڑی سی مانگی آسمانِ پیر سے
لطف زہرہ سے لیا۔ مریخ سے قہر و غضب
مشتری سے نور اور ظلمت زحل سے کی طلب
رنگ و بو پھولوں سے مانگا۔ شاخ سے انگڑائیاں
برگِ گل سے تازگی۔ شمشاد سے رعنائیاں
آنکھ نرگس سے طلب کی اور سوسن سے زباں
لاجونتی سے حیا۔ بادِ صبا سے شوخیاں
ناز نافرمان سے۔ کلیوں سے تبسّم کی ادا
پیچ و خم سنبل سے مانگا۔ داغ لالہ سے لیا
آبرو گوہر سے مانگی۔ موج سے مانگی شکن
جذب مقناطیس سے۔ مرجاں سے مانگا بانکپن
اخذ فرمایا تلوّن چرخ نیلی فام سے
بادۂ گلگوں سے مستی اور گردش جام سے
برف سے مانگی برودت۔ خامشی تصویر سے
سنگ و آہن سے درشتی۔ دلخراشی تیر سے
زہر ناگن سے لیا۔ روباہ سے مکاریاں
شمع سے سوزِ نہاں۔ بلبل سے آہنگِ فغاں
لذتیں فردوس سے۔ حوروں سے حُسنِ جاں نواز
اخذ کی غلمان سے طاعت فرشتوں سے نیاز
یہ تمام اجزا فراہم ہو چکے جب ایک ساتھ
ان کی آمیزش کو اٹھا صانعِ قدرت کا ہاتھ
اس مرکب سے بنائی ایک تمثالِ حسیں
ماہ سیما۔ دلربا۔ شیریں ادا۔ نازآفریں
دیکھ کر یہ پیاری پیاری شکل صانع ہنس پڑا
اور اس کا فرداً کا نام "عورت" رکھ دیا۔

(ماخوذ)

طبّی کالم

چلو زیادہ میٹھو کم

جدید تمدن میں پیدل چلنا بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ کیونکہ اب انسان سواری کا اس قدر عادی بن چکا ہے۔ کہ پیر سے چلنے کی عادت بھول رہا ہے اور یہی اسکی بیماریوں کا باعث ہے۔

پیدل چلنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جب کبھی آپ چلیں۔ تو تن کر اور جسم کو سیدھا کر کے چلیں۔ جھک کر چلنا۔ سینہ نیچا کر کے چلنا۔ یا اِدھر اُدھر ہنڈولے کی طرح ہلتے جلتے چلنا صحت وری کی نشانی نہیں ہے۔ سینہ تان کر جسم کو تنکڑا رکھ کر اور گہرے سانس لیتے ہوئے قدم جماتے ہوئے چلنا آرام دہ اور صحت بخش ہے۔ آپ کی طاقت جس قدر آپ کا ساتھ دے سکے۔ اس کے مطابق آپ کو جوش اور قوت کے ساتھ چلنا چاہیئے۔

پیدل چلنے یا چہل قدمی کے لئے اگر آپ ان جگہوں پر جائیں۔ تو مناسب ہے۔ جہاں تازہ ہوا آسانی سے ملتی ہو۔ اور وہاں کی سڑکوں پر خاک دھول نہ اڑتی ہو۔ اور اس کے پاس مکانات اور اونچی عمارتیں بھی نہ ہوں۔ جس روز ہوا چل رہی ہو۔ تو خاص طور پر آپ کو چہل قدمی کے لئے جانا چاہیئے۔

پہلے پہلے تو آپ کو پیدل چلنے کی عادت تھکا دیگی لیکن اگر اعتدال کے ساتھ آپ چلنے کی عادت کو رفتہ رفتہ بڑھائیں۔ تو بہت سے امراض کا علاج خود بخود ہو جائیگا۔ اگر آپ چل کر تھک جائیں۔ تو فوراً واپس ہونے کی کوشش کیجئے۔ اس قدر چلنا کہ آپ تھک کر بیکار ہو جائیں سودمند نہیں ہے۔

تکان جسم کو آرام نہیں پہنچاتی۔ اور نہ وہ صحت کے لئے ہی مفید ہے۔ رفتہ رفتہ اپنی رفتار بڑھایئے جب آپ پیدل چلنے کی زیادہ عادت ڈال لیں۔ تو پھر سڑک پر گھومنے والی کاروں۔ موٹر بسوں۔ ٹراموں اور دیگر چیزوں میں سفر کرنا خاص کر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جانے کے لئے گاڑیوں کا محتاج رہنا واقعی ایک شرم کی بات ہے۔ بلکہ میں تو یہانتک کہوں گا۔ کہ ۱۵۔۔۲۰ منٹ کے پیدل سفر کے لئے آپ کو گاڑیوں اور سواریوں کا محتاج ہونا ایک جرم ہے یہ واقعہ ہے۔ کہ آپ اپنے دفتر۔ کارخانہ یا دکان وغیرہ پر جانے کے لئے معمولی حالات میں گاڑیوں کے جبتک محتاج رہیں گے۔ جسم میں توانائی اور حرکت و حیات پیدا نہیں ہوگی۔ زندہ رہو اور ایسے زندہ رہو۔ کہ صحت اور توانائی تمہارے چہروں سے عیاں ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے لئے پیدل چلنا بہترین چیز ہے۔ جس سے آج کل کا انسان روز بروز محتاج اور محروم ہوتا جارہا ہے۔ خالق نے کسی کو سواریوں اور گاڑیوں کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ پیدل راستہ طے کرنا زمین سے بجلی اپنے جسم میں حاصل کرنا ہے اور یہ زمین کی بجلی انسان کی توانائی کو بخوبی قائم رکھنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔

زندہ انسان بنو۔ اگر سستی اور کاہلی کی طرف تمہارا ذہن ذرا بھی منتقل ہورہا ہے۔ تو اس کی فوراً روک تھام کرو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ تم کسی کام میں اپنے ذہن کو لگا دو۔ اور جسم کو بھی مصروف عمل کردو۔ جسم کی توانائی قائم رکھنے کے لئے پیدل چلنا بہترین چیز ہے۔

دیواروں پر یہ مقولہ لکھ دو۔ "چلو زیادہ بیٹھو کم" جب بھی پیدل چلنے کا موقعہ ملے۔ خوب چلو۔ پیدل چلو اور خوب چلو۔ زندگی میں اگر آگے بڑھنا چاہتے ہو۔ تو پیدل سفر کرو۔ اور سواریوں کو دور ہی سے سلام کرو۔ (ماخوذ)

وصیتیں

۴۹۶۶ - مسماۃ عائشہ بی بی بیوہ سید حسین شاہ صاحب مرحوم قوم سید عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۲۰ ؍ جون ۱۹۲۶ء ساکن سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت منقولہ یا غیر منقولہ کوئی نہیں۔ البتہ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ دس روپے ماہوار پر منحصر ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتی ہوں جو ہر ماہ باذن اللہ ادا کرتی رہونگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جو میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ عائشہ بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد سلیمان رئیس مالیر کوٹلہ قادیان۔ گواہ شد میمونہ صوفیہ معلمہ نصرت گرلز سکول۔ گواہ شد:۔ ممتاز بیگم اہلیہ سید انعام اللہ شاہ مرحوم

۴۹۶۷ - مسماۃ سیدہ ام الخیر حلیمہ بی بی زوجہ سید غلام محمد احمدی قوم سادات عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۶ء ساکن رسول پور ڈاکخانہ سونگڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑلیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد جو کہ میرے شوہر کی طرف سے بعوض مہر نصف ملی ہے۔ دو دکان سوداسوٹ ہے جو کہ پرگنہ سونگڑہ میں واقع ہے۔ جس کی قیمت اس وقت مبلغ دو سو پچاس روپے ہے۔ اور موجودہ زیورات جس کی قیمت اس وقت مبلغ اسی روپے نصف مہر جو میرے شوہر پر ہے مبلغ دو سو پچاس روپے۔ کل رقم مبلغ ۵۸۰/-/- روپے جس کا ۱/۱۰ حصہ مبلغ اٹھاون روپے ہوتا ہے۔ میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان اسکی مالک ہوگی۔ علاوہ اس کے میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کی بھی بحد وصیت مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان بحد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ واضح ہو۔ کہ دی سٹار ہوزری میں مبلغ پندرہ روپے جمع ہے۔ اس کے فوائد سے اخبار الفضل میرے یا میرے شوہر کے نام جاری کیا جائیگا۔ کاتبہ و شاہدہ سید غلام محمد احمدی شوہر موصیہ۔

العبد:۔ ام الخیر حلیمہ بی بی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سید اختر الدین احمدی ساکن کوسمبی۔ گواہ شد:۔ سید غلام احمد احمدی رسول پور۔ گواہ شد:۔ سید عبد الحلیم برادر موصیہ۔

۴۹۶۸ - مسماۃ امۃ الحی بیگم زوجہ محمد اسماعیل مولوی فاضل وکیل قوم شیخ عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی یادگیر ضلع گلبرگہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۱۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

اس وقت میری جائیداد بصورت زیورات طلائی و نقرئی مبلغ ایک ہزار دو سو روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ سونا ۳۰ تولہ چاندی ۹۰ تولہ۔ اس کے علاوہ میرا مہر مبلغ ۵۰۰/-/- روپیہ سکہ عثمانیہ میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے۔ ہر دو رقومات بالا کے ۱/۱۰ حصہ کی میں وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی میری جائیداد ہے۔ نہ کوئی ماہوار آمدنی۔ اگر اس حصہ وصیت میں کوئی رقم میں اپنی وفات سے پہلے صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کردوں۔ تو وہ میری وصیت کی رقم سے منہا کردی جاوے۔ اور میری وفات پر اگر اس جائیداد کے علاوہ اور میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد:۔ امۃ الحی بیگم احمدی یادگیر۔ گواہ شد:۔ محمد اسماعیل مولوی فاضل وکیل شوہر موصیہ گواہ شد:۔ محمد اسماعیل غوری احمدی یادگیر۔ گواہ شد:۔ عبد الحی احمدی برادر موصیہ۔

۴۹۶۹ - مسماۃ مہر النساء بیوہ شیخ غلام قادر صاحب مرحوم عمر ۶۲ سال تاریخ بیعت ۲۸ ؍ دسمبر ۱۹۲۷ء ساکن گڑھی شاہو لاہور ڈاکخانہ میو روڈ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ جس کی کل قیمت ۵۴۷/-/- روپے ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۲۰/-/- روپے ماہوار ہے۔ (جو بطور گزارہ مجھے اپنے لڑکوں کی طرف سے ملتے ہیں) میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہونگی۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں۔ تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائیگا۔ میرے خاوند مرحوم کے ترکہ کی کل قیمت ۳۷۵۴/-/- بنتی ہے جس میں شریعت اسلامیہ کی رو سے میرا ۱/۸ حصہ ہے۔ جسکی قیمت ۴۶۷/-/- روپے ہے۔ میں انشاء اللہ اس کا ۱/۱۰ حصہ یعنی ۵۵/-/- روپے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرونگی۔ ترکہ کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) ایک مکان پختہ واقعہ محلہ قصاباں پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور جسکی قیمت اس وقت ۱۴۷۵/-/- روپے پڑرہی ہے۔ (۲) پبلک ٹریڈنگ کمپنی پٹھانکوٹ انڈر لیکوڈیشن میں ۲۴۰۰/-/- روپے کا جھگڑا چل رہا ہے۔ اسکی وصیت اس شرط پر ہے۔ کہ ہمارا روپیہ کمپنی میں سے وصول ہو جائے۔ (۳) ایک مکان نیم پختہ واقعہ گلی پلاں بٹالہ ضلع گورداسپور اس میں ایک کوٹھڑی میرے دیور کی ملکیت ہے۔ باقی مکان کی قیمت کا اندازہ ۵۰۰/-/- روپے ہے۔ فقط

العبد:۔ نشان انگوٹھا مہر النساء موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبد الجلیل عشرت بی اے آنرز بقلم خود پسر موصیہ گواہ شد:۔ محمد عبد الرؤف خاں بی۔ اے پسر موصیہ گواہ شد:۔ بشیر احمد بقلم خود سکرٹری مال گڑھی شاہو۔

۴۹۷۶ - مسمی مرزا حمید احمد ولد صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ایم اے قوم مغل عمر ۲۳ سال ایک ماہ پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

اس وقت میری ذاتی کوئی جائیداد نہیں ہے لیکن مجھے اپنے خرچ کیلئے مبلغ ۵ؑ روپے ماہوار حضرت والد صاحب کی طرف سے ماہوار ملتے ہیں۔ میں ان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی میری جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی نیز ماہوار آمد (جو اسوقت مبلغ پندرہ روپے ہے) کے بڑھنے پر اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آمد کا دسواں حصہ ساتھ ساتھ ادا کرتا رہوں گا۔ اور جائیداد کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان وفات پر ہوگی۔

العبد:۔ مرزا حمید احمد۔ گواہ شد:۔ مرزا بشیر احمد والد موصی۔ گواہ شد:۔ مرزا منیر احمد برادر موصی۔

۴۹۷۱ - مسماۃ محمودہ بیگم بنت خان محمد علی خاں صاحب قوم افغان عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

اسوقت میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کوئی نہیں اسوقت مجھے پندرہ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ہوئی۔ تو انجمن کا حق ہوگا۔ کہ اسکا ۱/۱۰ حصہ میرے ورثاء سے وصول کرے۔

العبد:۔ محمودہ بیگم۔ گواہ شد:۔ مرزا ظفر احمد۔ گواہ شد:۔ محمد علی خاں۔

وصیت ۴۹۷۰ - مسماۃ سردار بیگم بنت میاں عمر بخش صاحب مرحوم عمرہ ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت تین سونے کی ٹنڈیاں ہیں۔ جن کی قیمت ایک سو پانچ روپے کے قریب ہے۔ اور ایک سلائی کی مشین ہے بیس روپے کی۔ یعنی کل جائیداد ۱۲۵/-/- روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتی ہوں اور میری کوئی آمدنی کی صورت نہیں۔ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی اور جائیداد بھی ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان حقدار ہوگی۔ اور اگر کوئی رقم میں اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں داخل کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو اس کو حصہ وصیت سے منہا کیا جائے گا۔

العبد:۔ سردار بیگم نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ عطاء اللہ مولوی فاضل دار الفضل قادیان۔ گواہ شد:۔ چوہدری اللہ بخش مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان۔ بقلم ملک صلاح الدین ایم اے کارکن دفتر پرائیویٹ سکرٹری دار الفضل قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا